ارمغانِ فرنگ

مفکرِ اسلام حضرت مولانا سیّد ابوالحسن علی حسنی ندویؒ کا

پیغام

برطانیہ کے مسلمانوں کے نام

ترتیب

محمد اکرم ندوی

ناشر

علامہ ابوالحسن علی ندوی اکیڈمی۔ لندن

www.abulhasanalinadwi.org

جملہ حقوق محفوظ

باراول

۱۴۲۵ھ ——— ۲۰۰۴ء

کمپوزنگ:........... حامد خوشنویس (مجلس تحقیقات ونشریات اسلام، لکھنؤ)

طباعت:.................................. کاکوری آفسٹ پریس، لکھنؤ

صفحات:..

قیمت:.. Rs./-

علامہ ابوالحسن علی ندوی اکیڈمی۔لندن

www.abulhasanalinadwi.org

۱۵۱
۶۵۷

اُٹھا نہ شیشہ گرانِ فرنگ کے احساں
سفالِ ہند سے مینا و جام پیدا کر
میں شاخِ تاک ہوں، میری غزل ہے میرا ثمر
مرے ثمر سے مئے لالہ فام پیدا کر
مرا طریق امیری نہیں، فقیری ہے
خودی نہ بیچ، غریبی میں نام پیدا کر

www.abulhasanalinadwi.org

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ارمغانِ فرنگ

عمر کا بارہواں سال تھا اور میں اسلامیہ کالج لکھنؤ میں ساتویں درجہ کا طالب علم کہ تبلیغی جماعت کے ایک سرگرم کارکن میرے ہم جماعت جناب محمد سعید خاں صاحب (جو اَب ہلواسیہ مارکیٹ لکھنؤ میں ایک کامیاب تاجر ہیں) کی ایما پر کالج کے پرنسپل جناب محمد عبدالحئی صاحب مرحوم نے حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ کو طلباء کو خطاب کرنے کی دعوت دی۔ حضرت مولاناؒ پر اس زمانہ میں دعوت وتبلیغ کا غلبہ تھا چنانچہ عمل تبلیغ پر تقریر ہوئی ساتھ ہی وقت کی ضرورت کے مطابق دینی کتابوں کے مطالعہ پر ترغیب دلائی گئی اور کالج میں ایک دارالمطالعہ اور لائبریری کے انعقاد پر توجہ دلاتے ہوئے کتابوں کی پیش کش بھی کی اور جلد ہی چیدہ چیدہ کتابوں سے لیس کالج کے ایک چھوٹے کمرہ میں دارالمطالعہ اور لائبریری قائم ہوگئی، اور جب تک ہماری ٹیم رہی طلباء کو دینی وتبلیغی غذا پہنچاتی رہی، اور کالج کے طلباء پر مشتمل جماعتوں کی مختصر چلت پھرت کا باعث بنی۔

بلا مبالغہ یہ ہماری حضرت مولانا علی میاںؒ (کہ اسی نام سے حضرت مولانا ابوالحسن علی ندویؒ عوام الناس میں مشہور تھے) سے پہلی، تاریخی اور بالمشافہ ملاقات

www.abulhasanalinadwi.org

تھی جس میں یوماً فیوماً اضافہ ہوتا گیا اور تعلق بڑھتا گیا کہ تین ہی چار سال کے بعد مرشدنا حضرت مولانا عبدالقادر صاحب رائے پوریؒ سے تعلق ہوا اور حضرت مرشدنا نے مولانا علی میاںؒ سے جڑے رہنے کی تلقین فرمائی، اس طرح حضرت مولانا مرحوم سے ڈبل تعلق ہوگیا جو ترقی پذیر رہا۔

۱۹۵۷ء زندگی میں ایک دوسرا انقلاب لایا۔ انقطاع ملازمت نے لکھنؤ کو خیرباد کہہ کر کراچی ہجرت پر مجبور کیا۔ پاکستان میں دوران قیام ہندو پاک کی کشمکش ذرائع مواصلات پر اثر انداز رہی اور حضرت مولاناؒ سے ہمارا تعلق بھی سرد بمہر۔

۱۹۶۱ء نے تیسرا انقلاب دکھایا اور ہمارا رزق کراچی سے لندن منتقل ہوگیا۔ اگلے دو سال نئے ملک، نئے ماحول اور نئی تہذیب میں تبلیغی جماعت سے تعلق کے باوجود بڑے ہی کٹھن اور صبر آزما گزرے کہ ۱۹۶۳ء میں حضرت مولاناؒ کے ایک خط بنام سید منور حسین صاحبؒ علیگ امیر التبلیغ لندن نے مولانا مرحوم کی لندن پہلی آمد کا مژدہ سنایا۔ غالباً ۱۹ ستمبر ۱۹۶۳ء کو وکٹوریہ اسٹیشن لندن پر استقبال کرنے آگے بڑھا حضرت مولاناؒ نے کمزور بینائی کے باوجود فوراً پہچان لیا اور مسرور کہہ کر ہاتھ بڑھاتے ہوئے فرمایا۔ ''تمہیں دیکھ کر آدھی تھکن دور ہوگئی'' پھر گلے لگائے دعائیں دیتے رہے۔ جو آئندہ برسوں میں ہونے والے واقعات کی گویا پیش گوئی تھی۔ یہاں یہ بتاتا چلوں کہ حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کا یہ سفر اسلامک سنٹر جنیوا (سوئٹزرلینڈ) کے ڈائرکٹر اور حضرت مولاناؒ کے پرانے رفیق الشیخ سعید رمضان کی دعوت پر ہوا تھا جس کے مولاناؒ بھی ٹرسٹی تھے۔ سنٹر کی سالانہ میٹنگ میں شرکت کر کے بذریعہ ہوائی جہاز لندن کے ہیتھرو ایرپورٹ پر اور وہاں سے بذریعہ ٹرین وکٹوریہ اسٹیشن پہنچے جہاں ایک بڑی جماعت نے استقبال کیا۔

عمر کا پچاسواں سال تھا، صحت بھی نسبتاً مضبوط اور موسم بھی خوشگوار تھا۔

www.abulhasanalinadwi.org

حضرت مولاناؒ نے دو ہفتہ قیام سے بھرپور استفادہ کیا، صبح ناشتہ کر کے نکلتے اور شام سے قبل یا بعد از مغرب واپسی ہوتی، تقریباً ساڑھے بارہ گھنٹہ کا دن، دوپہر کا کھانا قربان کرتے، نمازیں پارکوں میں ادا کرتے، غرض جہاں جہاں پہنچ سکتے تھے گئے، میوزیم وعجائب گھر بھی دیکھے، کتب خانوں اور لائبریریوں میں بھی گئے، مطالعہ بھی کیا، اقتباسات بھی لئے، کتابیں بھی خریدیں، ساتھ ہی اپنی کتابوں کا مسودہ بھی تیار کرتے رہے۔ تبلیغی گشت بھی کیا، مساجد میں خطاب بھی کیا، لندن یونیورسٹی میں تاریخی تقریر بھی کی، جس کا ترجمہ ظفر انصاری صاحب نے تیار کیا اور ایک نو مسلم مصطفیٰ ایوان نے پڑھ کر سنایا، کیمبرج آکسفورڈ اور گلاسگو بھی گئے جہاں بعض مستشرق فضلاء سے بھی تبادلہ خیال کیا۔ اس طرح حضرت مولاناؒ کا پہلا تاریخی سفر فرانس، برلین واسپین ہوتے ہوئے ختم ہوا، جس کی پوری روداد حضرت مولانا کی کتاب ''مغرب سے صاف صاف باتیں'' میں پڑھی جاسکتی ہے۔

الحمدللہ شب و روز ساتھ رہ کر مجھے بھی خدمت و استفادہ کا موقع کافی عرصہ کے بعد ملا جس کی اس وقت خصوصاً بہت سخت ضرورت تھی اور جس کا تذکرہ حضرت مولاناؒ نے اپنی کتابوں ''مکاتیب یورپ'' اور ''کاروان زندگی'' میں خصوصیت سے کیا جو حضرت مولانا مرحوم کے اخلاق حسنہ، کرم فرمائی اور قدر شناسی کی جیتی جاگتی تصویر ہے اور یہی وہ وصف تھا جو حضرت مولاناؒ کی طرف ہر خاص و عام کو کھینچتا تھا کہ ہر ملنے والا یہ سوچتا کہ جو تعلق حضرت مرحوم کو اس سے ہے شاید کسی اور سے نہیں!

اپنی آپ بیتی ''کاروان زندگی'' جلد اول ص ۴۹۰ پر حضرت مولاناؒ رقمطراز ہیں:

''اکثر تجربہ ہوا ہے کہ جب تک کہیں کا سفر نہیں ہوتا، عرصہ تک نہیں ہوتا اور جب ایک مرتبہ ہو جاتا ہے تو اکثر بار بار پیش

www.abulhasanalinadwi.org

آتا ہے۔''

یہی یورپ کے اسفار کا معاملہ ہوا کہ اگلے ہی سال اکتوبر ۱۹۶۴ء میں پھر اسلامک سنٹر جنیوا کی میٹنگ میں شرکت کے لئے مولانا محمد رابع صاحب (موجودہ ناظم دارالعلوم ندوۃ العلماء) کی رفاقت میں دوسرا سفر ہوا۔ اس سفر کی خصوصیت اسلامک کلچرل سنٹر لندن کی تاریخی تقریر ہے جو مسلمان ممالک سے آئے ہوئے طلباء اور نوجوانوں کو ان کی ذمہ داری یاد دلاتے ہوئے کی گئی۔ مولانا مرحوم نے فرمایا:

''نہ میں ولی و پیمبر ہوں اور نہ بزرگی کا دعوی کرتا ہوں اور نہ ہی پیشن گوئی کا مجھے شوق ہے لیکن میں آپ کے اس اجتماع میں مستقبل کے وزیر اعظم، وزیر، سربراہان ملک، سائنسدان، انجینئر و قانون داں دیکھ رہا ہوں۔ آپ کو اپنے اپنے ملک میں زمام قیادت اور بڑی بڑی ذمہ داریاں سنبھالنی ہیں، آپ یہاں اس لئے ہرگز نہیں آئے کہ یہاں سے اپنے اپنے ملکوں میں جا کر طوطوں کی طرح رٹا رٹایا سبق سنائیں اور بندروں کی طرح نقلیں بنائیں، بلکہ مشرق کو اس وقت اُن بلند حوصلہ، بیباک اور جری نوجوانوں کی ضرورت ہے جو مغرب کی آنکھوں میں آنکھیں ملا سکیں اور کہہ سکیں کہ اے مغرب! تو نے یہاں یہاں غلطی کی اور مغرب کے اس پورے نظام سے اعلان بغاوت اور اعلان جنگ کر سکیں جو سراسر اسلام اور انبیاء کی تعلیمات کے خلاف ہے لیکن وہ لوگ جن کو صرف ایک ہی بات کہنی آتی ہو کہ اے مغرب تو نے سب صحیح کیا، وہ نہ تو مشرق کے کام کے ہیں نہ ہی امت مسلمہ کے۔ آپ

www.abulhasanalinadwi.org

یورپ اس لئے آئے ہیں کہ یہاں علم وٹکنالوجی حاصل کر کے مشرق ومغرب کے درمیان ایک نئی Dual Carriage نہر سوئز بنائیں جو مشرق ومغرب کے درمیان مساویانہ ومشترک تبادلہ کا ذریعہ بنے جو مشرق سے ایمان و یقین وعمل صالح کی دولت مغرب کو پہنچائے اور مغرب سے اس کے بے ضرر اور صالح وسائل مشرق کو منتقل کرے، آپ کو اپنے ملکوں میں جا کر کہنا چاہئے کہ مغرب سب اچھا اور ٹھیک نہیں، بلکہ مغرب کی بھی بہت سی بیماریاں ہیں جو اس کے درخت کو گھن کی طرح کھا رہی ہیں، وہ آج کس اخلاقی جذام میں مبتلا ہے، وہ اس وقت پکے ہوئے اس پھل کی مانند ہے جو کسی وقت بھی گر سکتا ہے۔ اگر آپ نے اس کے برخلاف کیا تو آپ اپنی اپنی قوم کو دھوکا دینے والے اور تنزلی پر گامزن کرنے والے ہوں گے۔''

اس سے ملتی جلتی تقریر تیسرے سفر میں جون ۱۹۶۹ء میں لیڈس (یارکشائر) یونیورسٹی میں عرب وہندو پاک کے طلباء کو خطاب کرتے ہوئے عربی اور اردو میں علیٰحدہ علیٰحدہ ہوئی، ان تقاریر کا خلاصہ بھی یہی تھا کہ ''اگر آپ یورپ سے کچھ لے سکتے ہیں تو اس سے بہتر دے بھی سکتے ہیں فرمایا:

''آپ جن قوموں سے تعلق رکھتے ہیں ان کا ایک معیار ہے، ایک مقصد زندگی ہے، کچھ عقائد ہیں، ان کے سامنے ایک منزل ہے، وہ اس مغربی تہذیب پر کبھی مطمئن نہیں ہو سکتے۔ بیشک آپ اہل مغرب سے علوم حاصل کیجئے، ان کی زبانیں سیکھئے، ان کی تاریخ کا مطالعہ کیجئے، لیکن آپ یہ نہ سمجھئے کہ یہ امام برحق اور آخری مثال

www.abulhasanalinadwi.org

ہیں اور انسانیت و دنیا ان کی رہنمائی کے بغیر رہ نہیں سکتی۔ اگر آپ ایسا سمجھیں گے تو اس سے بڑھ کر آپ کا اپنے اور ان لوگوں پر جن سے آپ کا تعلق ہے کوئی بڑا ظلم اور اپنی قوموں اور تاریخ کے ساتھ کوئی ناانصافی نہ ہوگی۔ آپ ان کو جو دے سکتے ہیں اس سے ان کی زندگیاں یہاں بھی کامیاب ہو سکتی ہیں اور آخرت میں بھی، جس پر ہمارا بھی عقیدہ ہے عیسائیوں کا بھی''۔

یہ سفر بھی اسلامک سنٹر جنیوا کی دعوت پر ہوا لیکن اس کا اصل محرک حجاز مقدس میں مقیم مفتی سید امین الحسینی (مفتی فلسطین) کا اصرار تھا کہ مولاناؒ اپنی آنکھوں کا معائنہ لندن میں کرائیں۔ اس سفر میں بھی مولاناؒ برمنگھم، مانچسٹر، بلیک برن، شیفیلڈ، لیڈس وڈیوز بری گئے۔ برمنگھم کے ایک جلسہ میں جو ایک بڑے ہال میں منعقد کیا گیا تھا علماء کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

''آپ یہاں نئے ملک میں یہاں کے لوگوں کی رہنمائی ایک اجنبی ملک نئے ماحول و حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے کریں اور ہند و پاک کی بریلوی و دیوبندی کشمکش کو یہاں ہوا نہ دیں، اگر آپ کو یہاں بھی وہی کرنا ہے جو اپنے ملکوں میں کرتے آئے ہیں اور صرف اسی میں دلچسپی ہے تو یہ نیا ملک آپ کے قیام کے لئے مناسب نہیں، آپ یہاں سے فوری اپنے ملک واپس جائیں اور ضرورت ہو تو کرایہ میں ہم آپ کی مدد کر سکتے ہیں''۔

کاروان زندگی حصہ دوم صفحہ ۳۷۵ پر مولانا لکھتے ہیں:

''سالہا سال سے میری یہ تمنا تھی اور کبھی کبھی اس کے لئے دعا بھی کرتا تھا کہ کبھی کوئی ایسا موقع آئے کہ مغرب کے ممتاز

www.abulhasanalinadwi.org

دانشور کہیں مجتمع ہوں اور مجھے ان کے سامنے مغربی تہذیب، فلسفہ زندگی اور عالم انسانی کی اس فکری تہذیبی اور اخلاقی قیادت کی ناکامی پر جو تقدیر سے ان کے ہاتھ میں آگئی ہے آزادانہ اپنے خیالات کے اظہار کا موقع ملے اور ان کے سامنے وہ حقائق رکھ سکوں جن کے سننے کی نوبت ان کو سالہا سال تک نہیں آتی اور ان کا احساس برتری ان پر غور کرنے کا موقع نہیں دیتا۔''

حسن اتفاق بلکہ من جانب اللہ ان کو یہ موقع یہاں کی سب سے بڑی پرانی اور مایہ ناز تعلیم گاہ آکسفورڈ یونیورسٹی نے فراہم کر دیا، یونیورسٹی کے صاحب فکر ریسرچ اسکالر اور علی گڑھ کے ایک بڑے باپ کے ہونہار طالب علم ڈاکٹر فرحان نظامی جوان دنوں آکسفورڈ یونیورسٹی میں اپنے تحقیقی مقالہ کی تکمیل کر رہے تھے کی تحریک اور مساعی پر یونیورسٹی کے ارباب حل وعقد نے یونیورسٹی کے زیر اثر ایک اسلامی سنٹر کے قیام کا فیصلہ کیا اور اس کی تاسیس، مقاصد و دستور العمل کی ترتیب وتشکیل میں مدد دینے کے لئے بعض ماہرین تعلیم، فضلاء و دانشوروں کو دعوت دی جن میں مولانا مرحوم سرفہرست تھے۔ مولانا اس دعوت پر لبیک کہہ کر جولائی ۱۹۸۳ء میں لندن اور پھر وہاں سے آکسفورڈ پہنچے دوسرے عمائدین بھی پہلے پہنچ چکے تھے اور تین چار دن کی مسلسل میٹنگوں کے بعد آکسفورڈ سنٹر فار اسلامک اسٹڈیز کے نام سے ایک نیا ادارہ وجود میں آیا جس کی سربراہی کا اعزاز بھی لکھنؤ اور آکسفورڈ کی دوری کے باوجود حضرت مولاناؒ کو قبول کرنا پڑا۔ آخری دن آکسفورڈ کے اساتذہ، طلباء اور دیگر فضلاء و دانشوروں کی ایک مجلس میں مولانا مرحوم کی وہ تمنا بھی پوری ہوئی اور ''اسلام ومغرب'' کے نام تیار کردہ مقالہ پڑھا گیا۔ آکسفورڈ سے فارغ ہوکر مولاناؒ اپنے رفیق سفر اور آئندہ ہونے والے

www.abulhasanalinadwi.org

جانشین مولانا محمد رابع صاحب ندوی مدظلہ کے ہمراہ انگلستان کے اپنے مستقل مستقر اور ندوی اکیڈمی کے موجودہ و عارضی مسکن پر لندن تشریف لائے اور ہمیں پھر چند دن ساتھ رہنے خدمت کرنے اور استفادہ کا موقع ملا۔ نئے سنٹر کی سربراہی نے مولانا مرحوم کے اسفار کا دروازہ کھولا لیکن ان اسفار میں نہ وہ ہماہمی رہی نہ وہ پلاننگ جواب تک کے سفروں میں ہوا کرتی تھی۔ اب قویٰ کا اضمحلال شروع ہو گیا تھا آنکھوں کے کئی آپریشن میں ہسپتالوں کے ہفتوں قیام، سفروں کی بہتات، تصنیفی کام میں گھنٹوں بیٹھنے کی وجہ سے پیٹ کا نظام بگڑ رہا تھا، ہندو پاک چپقلش، ہندوستانی مسلمانوں پر حکومت کی زیادتیاں اور دنیا میں ہر طرف مسلمانوں کی بدحالی اور ان پر زیادتیوں کی فکر نے صحت پر بھرپور اثر کیا تھا جس کی وجہ سے ان سفروں میں کوئی دلچسپی نہیں رہ گئی تھی۔ ڈاکٹر فرحان نظامی صاحب کے بار بار اصرار پر آتے، سنٹر کی میٹنگوں میں شرکت کرتے، اور واپس ہو جاتے، اکثر یہاں کے سفروں کو یورپ و مشرق وسطی کے سفروں سے ملا لئے، چنانچہ ۱۹۸۳ء کے بعد ۱۹۹۶ء میں تشریف لائے اور یہاں سے فارغ ہو کر الجزائر کے ملتقی الفکر الاسلامی میں شرکت کر کے عمرہ کرتے ہوئے براہ کویت واپس وطن پہنچے۔ اگست ۱۹۸۷ء میں باوجود ضعف و علالت پھر تشریف لائے، لیکن اس سفر کا فائدہ یہ ہوا کہ ماہر معالجین سے امراض کی تشخیص کرانے کا موقع ملا اور حضرت مولاناؒ نے آکسفورڈ کے گردونواح سے جمع ہوئے طلباء، اساتذہ و دیگر دانشوروں کے سامنے ''صحیح علم کی اشاعت و ترقی اور اس کے ذریعہ سے انسانیت کی رہنمائی اور اصلاح میں اسلام کا تاریخی کردار'' کے عنوان پر اپنا مقالہ پڑھا۔

اگست ۱۹۸۹ء میں استنبول میں رابطہ ادب اسلامی کی طرف سے جس کے صدر حضرت مولاناؒ تھے ''بچوں کے لئے اسلامی ادب'' کے عنوان پر ایک عالمی

www.abulhasanalinadwi.org

کانفرنس میں شرکت کے بعد یہاں تشریف لائے سنٹر کے بورڈ آف ٹرسیٹز کی میٹنگ میں شرکت کی۔ سلمان رشدی کی ننگ اسلام کتاب کا دل و دماغ پر بہت زیادہ اثر تھا ''انسانیت کے محسن اعظم اور شریف و متمدن دنیا کا اخلاقی فرض'' کے عنوان پر ایک مقالہ پڑھا جو بعد میں ایک رسالہ کی شکل میں اردو اور انگریزی میں چھپا۔ ستمبر ۱۹۹۱ء میں آکسفورڈ سنٹر کو مولاناؒ کے استقبال کی سعادت پھر ملی لیکن بہت ہی مختصر قیام کے بعد واپسی ہوگئی۔ ستمبر ۱۹۹۲ء میں پھر تشریف لائے اور آکسفورڈ سنٹر کی انتظامیہ کی میٹنگوں میں شرکت کی جس میں امام بخاریؒ کی آخری آرام گاہ سے متصل ایک شایان شان یادگار مسجد و مدرسہ کے قیام کا فیصلہ ہوا۔

رابطہ ادب اسلامی کی مؤتمر اور ہیئۃ عامہ کے اجلاس منعقدہ استنبول میں شرکت کر کے ۲۸ راگست ۱۹۹۳ء کو پھر تشریف لائے سنٹر کی میٹنگوں میں شرکت کی، لندن میں مختصر قیام میں ہماری نوتعمیر مسجد نارتھ لندن سنٹرل ماسک میں جمعہ پڑھا اور مسجد کی افتتاحی تقریر کی اور بعد مغرب شکاگو (امریکہ) میں تمام مذاہب پر ہونے والی کانفرنس میں شرکت کے لئے روانہ ہوگئے۔ سوئے اتفاق پروازوں کے ہیر پھیر کی وجہ سے کانفرنس میں شرکت نہ کر سکے لیکن اس موقع کے لئے لکھا گیا مقالہ جو وہاں موجود تھا پڑھا گیا۔ مولانا کو اس کانفرنس میں شرکت کا پہلے ہی تردد تھا لیکن معلوم ہو کہ وہ کانفرنس نہیں مذہبی مشاعرہ تھا جس میں آخر میں ڈانس بھی ہوا مدعوئین نے شریک نہ ہونے پر شکر ادا کیا ورنہ انہیں بھی بڑی شرمندگی ہوتی۔

۲۷ راگست ۱۹۹۴ء کو پھر تشریف آوری ہوئی اس مرتبہ آکسفورڈ سنٹر کے علاوہ رابطہ ادب اسلامی کا جلسہ بھی یہیں طے پایا تھا جس میں ادب اسلامی اخلاق آموز، اور خادم انسانیت ادب پر مقالے پڑھے گئے اور ایک نشست ادبی مشاعرہ

www.abulhasanalinadwi.org

کی بھی ہوئی، یہ آکسفورڈ کے ٹرسٹیوں کی میٹنگ میں بحیثیت ٹرسٹی آخری میٹنگ تھی۔ یہاں سے فارغ ہو کر رابطہ عالم اسلامی کی ایک اہم میٹنگ میں شرکت کر کے مراکش کے شہر وجدہ میں ایک کانفرنس میں شرکت کر کے وطن واپس ہو گئے۔

اب حضرت مولاناؒ کے آخری سفر کی ساعت آ گئی تھی لیکن یہ آخری سفر آکسفورڈ سنٹر آف اسلامک اسٹڈیز کی مجلس انتظامیہ میں شرکت کے بجائے جامعۃ الہدیٰ نوٹنگھم کے عملی افتتاح کے لئے اس کے روح رواں مولانا رضا الحق صاحب کی دعوت پر ہوا۔

۸-۹ ؍ اور ۱۰ ؍ اگست ۱۹۹۶ء کی تاریخوں میں رابطہ ادب اسلامی کے ذمہ داروں نے حضرت مولاناؒ کے اعزاز، ان کی تحریر و تالیف کے تعارف و تبصرہ کے لئے استنبول میں ایک جلسہ کا اہتمام کیا تھا جس میں عالم اسلام، رابطہ ادب اسلامی کے سارے ہی جید، نامور مفکر اُدباء، علماء، و فقہاء کی شرکت یقینی تھی۔ اس جلسہ میں شرکت کر کے ۱۳ ؍ اگست ۱۹۹۶ء قبل از مغرب لندن ہیتھرو ائیرپورٹ پر پہنچے وہاں سے سیدھے سنٹر کے ڈائرکٹر جناب فرحان نظامی اور رجسٹرار ڈاکٹر براؤننگ کی کار میں آکسفورڈ تشریف لے گئے دو روز وہاں قیام کر کے نوٹنگھم آ گئے وہاں قرب و جوار میں پروگرام ہوئے جن میں اسلامک فاؤنڈیشن لیسٹر کا پروگرام سرفہرست رہا۔

۱۷ ؍ اگست ۱۹۹۶ء بروز سنیچر بعد ظہر حسب پروگرام جامعۃ الہدیٰ کی افتتاحی تقریر ہوئی جس میں جامعہ کے مقاصد اور ضرورت، اہمیت، اسلوب و طریقۂ کار پر پُر مغز انداز میں روشنی ڈالی گئی۔ تھوڑی دیر آرام کر کے بعد عصر لندن کے لئے روانہ ہوئے اور رات قیام کر کے صبح حجاز مقدس تشریف لے گئے۔

قلم رکتا ہے لیکن حقیقت سے انکار بھی نہیں کیا جا سکتا ہے، ایک وقت آنا تھا ہر چیز کا وقت مقرر و معین ہے اور یہ حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی رحمۃ اللہ علیہ

www.abulhasanalinadwi.org

کا آخری سفر تھا جو پہلے سفر سے تقریباً ۳۳ برس بعد ہوا۔ اس کے بعد آخری ملاقات کا آنا تھا جو ۲؍اگست ۱۹۹۹ء کو دارالعلوم ندوۃ العلماء کے مہمان خانہ میں ہوئی جس میں فالج سے افاقہ کے باوجود صحت بہت ہی کمزور پائی اور اندازہ ہوا کہ ۸۵ سالہ یہ پیرومرشد ومربی جو لقائک کا وظیفہ ہر وقت گردانتا رہتا ہے جلد ہی داغ مفارقت دے جائے گا اور وہ ساعت آنے میں زیادہ دیر نہ لگی کہ رمضان المبارک کے ۲۲ ویں دن قبل نماز جمعہ پوری تیاری کے ساتھ سفر آخرت پر حسب معمول سورہ کہف وپھر سورۃ یٰسین کی آیت "فَبَشِّرْهُ بِمَغْفِرَةٍ وَّاَجْرٍ كَرِيْمٍ" پڑھ کر روانہ ہوگیا۔ اور پوری صدی جس کی ملاقات اور تلاش وجستجو میں سارے براعظموں میں دن ورات بحری، برّی وفضائی اسفار میں رواں دواں رہا اس کے یہاں بارآوری پا گیا اور ہم اس کی جدائی میں آنسو پوچھتے رہ گئے۔ ع

آسماں اُن کی لحد پر شبنم افشانی کرے

اور یہ دن اس صدی کا بھی آخری دن یعنی ۳۱؍دسمبر ۱۹۹۹ء تھا۔

پچاس سال قبل لڑکپن میں جس انداز سے تعلق قائم ہوا تھا اسی نہج پر آخری دن تک رہا وہی شفقت وہی ہمدردی وہی بے تکلفی وہی اپنائیت وہی نوازش وہی کرم وہی عنایات وہی خوشی وہی سرور وفرحت آخری ملاقات تک ہو۔ وفات سے چند ہی ماہ قبل ہوئی تحریر وتقریر نشست وبرخواست میں قائم رہا اور یہ سب زبانی جمع خرچ نہیں تھا بلکہ وقتاً فوقتاً ہدایا سے بھی نوازتے جو آج بھی میرے پاس یادگار کے طور پر تبرکاً موجود ہیں۔ بس حضرت مولاناؒ کا یہی مخصوص اپنائیت سے لبریز اسلوب اور طریقہ تخاطب مرتب کتاب ہٰذا جناب ڈاکٹر مولوی محمد اکرم صاحب ندوی مدظلہ العالی کی توجہ کا باعث بنا کہ ندوی اکیڈمی ارمغانِ فرنگ پیش کرنے میں کامیاب ہورہی۔

www.abulhasanalinadwi.org

ہر سفر سے واپسی پر مستقر لکھنؤ پہنچنے کی اطلاع بذریعہ ڈاک دیتے اور جیسا کہ آپ اگلے صفحات میں پڑھیں گے ہر خط اپنے انداز میں علیٰحدہ اور اچھوتا ہوتا۔ بینائی کی کمزوری کے باوجود نہ صرف خط کا متن بلکہ پتہ بھی اپنے ہی قلم سے تحریر فرماتے۔ اسی طرح پچھلے کئی سالوں سے ٹیلیفون کی سہولیت مہیا ہوجانے کے باعث مہینہ میں کم از کم ایک مرتبہ سلام کرنے کی کوشش کرتا۔ مستقر پر اگر موجود ہوتے بے تابی سے ٹیلیفون لے کر فرماتے ''ہم بھی تمہاری آواز سن کر مسرور ہوئے'' پھر گھر والوں کی خیریت پوچھ کر دعائیں دیتے۔ انگلستان کے جانے والوں کی خیریت پوچھتے اور سلام پہنچانے کی تلقین کرتے۔ لکھنؤ آنے کی دعوت دیتے ہوئے فرماتے ''تمہیں اپنا وطن یاد نہیں آتا'' اور یہ سلسلہ قبل از رمضان المبارک جاری رہا۔ رمضان المبارک میں چونکہ رائے بریلی قیام رہتا تھا اس لئے حسب معمول عید الفطر کا انتظار کر رہا تھا لیکن اس سے پہلے ہی یہ سلسلہ منقطع ہوگیا کہ وہاں تشریف لے گئے جہاں کسی طرح بھی رسائی نہیں۔

یہاں تک جو لکھا گیا وہ میرے ذاتی تعلقات، مشاہدات، تجربات، جذبات وخطوط کی عکاسی تھی اب حضرت مولاناؒ کی ذات وکمالات پر چند سطریں لکھی جاتی ہیں چند اس لئے کہ اس سلسلہ میں لکھنا حضرت مرحوم کی حیات ہی میں شروع ہوگیا تھا وفات کے بعد سے برابر لکھا جا رہا ہے، لکھا جاتا رہے گا اور اب بھی لوگ حضرت مولاناؒ پر ریسرچ کر کے ڈاکٹریٹ حاصل کرنے میں لگے ہوئے ہیں اور عنقریب ہی علامہ ندوی اکیڈمی کے معتمد عام ڈاکٹر محمد اکرم ندوی حضرت مولاناؒ کی سیرت وکمالات پر مبنی اپنی جامع کتاب منظر عام پر لانے والے ہیں۔ جو اکیڈمی اور حضرت مولانا مرحوم سے تعلق رکھنے والوں کے لئے ایک سرمایہ ہوگی۔ سردست ہم یہاں عصر حاضر کی جانی مانی شخصیت عظیم، خطیب وفقیہ، محقق

www.abulhasanalinadwi.org

وصاحب تصنیف حضرت العلامہ الشیخ محمد یوسف القرضاوی مدیر کلیة الشریعة الإسلامیة قطر کے ایک تعزیتی پیغام بعنوان "ربانی الامة و داعیة الإسلام العلامة ابوالحسن الندوي في ذمةالله" کے چیدہ چیدہ اقتباسات پر اکتفاء کرتے ہیں۔ فرماتے ہیں:

"علمائے اسلام میں بڑی شخصیتوں نے امسال داغ مفارقت دیا اور رمضان المبارک کے آخری عشرہ اور سب سے افضل دن جمعہ کے روز شمسی تاریخ کے آخری مہینہ میں جب کہ اکثر لوگوں کے نزدیک دوسرا ہزارہ ختم ہو رہا تھا باوضو نماز جمعہ سے قبل اسی کی تیاری اور انتظار میں اور حسب معمول سورۃ کہف کی تلاوت کرتے ہوئے عالم اسلام کی عظیم شخصیت داعی الی اللہ، ربانی امت علامہ دوراں، عربی النسل، حسنی النسب، ہندی نژاد شیخ الامت داعی الی الخیر الشیخ مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی نوراللہ مرقدہ نے بھی اس جہاں فانی کو الوداع کہا۔ ان کی شخصیت محتاج تعارف نہیں اور نہ ہی ان چند صفحات میں ان کی زندگی کے کارناموں اور نقوش کو شمار کیا جاسکتا ہے۔ ہم اس امام ربانی، اسلامی، قرآنی اور محمدی شخصیت کے بارے میں اپنا درد کیوں نہ سنائیں جبکہ وہ میرے بھائی، شیخ اور محبوب تھے۔

میں نے ان کو بھائی کہا کیونکہ سلف کا اس پر اتفاق ہے کہ جو صاحبِ علم ہو باعمل ہوا، اسی کے ساتھ وہ لوگوں کو تعلیم بھی دیتا ہو وہ ربانی ہے، انہوں نے اپنی کتاب "ربانية لارهبانية" میں اس لفظ کا استعمال کیا ہے جس سے انہوں نے خالصۃ لوجہ اللہ تصوف

www.abulhasanalinadwi.org

وسلوک مراد لیا ہے جو تمام بدعات وخرافات اور عقائد وسلوک کے غلو سے پاک ہے۔ اسی طرح انہیں اسلامی کہنے کا مطلب یہ ہے کہ اسلام ہی ان کا گوشت پوست تھا وہی ان کا اوڑھنا، بچھونا، وہی ان کا اول وآخر مبتدا ومنتہا، اسی کے لئے وہ جیتے تھے اور اس کے لئے مرنے کا حوصلہ رکھتے تھے اور خدا سے مدد چاہتے اور لو لگاتے تھے، غصہ بھی اسی کے لئے ہوتے محبت بھی اسی کی خاطر کرتے، تصنیف وتالیف بھی اسی دین کے غلبہ کے لئے کرتے، درس ومحاضرہ کا مشغلہ بھی اسی کی خاطر اپناتے تھے۔ غرض وہ اسلام ہی کے لئے جیتے تھے اور اسی کے لئے تڑپتے اور مرتے تھے، اور اسلام ہی ان کی رَگ و پے میں سرایا ہوا تھا۔ میں نے مرد قرآنی اس لئے کہا کیونکہ قرآن مجید اُن کا سرچشمہ تھا اسی سے وہ مدد لیتے اسی کے عشق میں ڈوبے ہوئے تھے اسی کی تلاوت کرتے اور لطف اندوز ہوتے، اسی کی آغوش میں پناہ لیتے اور چلتے، آیات کی تلاوت کرتے اور ان پر غور کرتے اور ان کے لعل وجواہرات ڈھونڈتے، اس کے باریک معنی و مفاہم کو اپنے محاضرات، کتابوں اور رسالوں میں ایک مفکرانہ و مدبرانہ فہم اور ایک بے چین ومتأثر دل کے ساتھ پیش کرتے۔ اس طرح وہ صحیح معنوں میں ایک مردِ قرآں تھے۔ ان کو محمدی کہنے سے مراد صرف یہ نہیں کہ رسول اکرم ﷺ کی نسل اور ہاشمی حسنی خانوادہ سے تعلق رکھتے تھے۔ نہ جانے کتنے حسنی وحسینی ہیں جن کے کردار ان کے نسب کو مشتبہ کرتے ہیں۔ میرا مطلب صاف صاف یہ ہے کہ

www.abulhasanalinadwi.org

انہوں نے نبی اکرم صلعم کو اپنے تمام طور وطریق، سلوک زندگی و طرز حیات میں اسوہ اور نمونہ بنایا تھا اور آپ صلعم کی سیرت ہی کو اپنے لئے چراغِ راہ اور روشنی کا معیار بنایا تھا۔ خواہ وہ زہد وتقوی، عبادات و ریاضات ہو، زندگی کے جھمیلوں اور اس کی زیب وزینت وآسائش سے کنارہ کشی کا معاملہ۔ وہ اس دور میں بھی سلف کی زندگی گزارتے تھے انہیں دیکھ کر سلمان فارسیؓ اور ابودرداء کا گمان ہوتا تھا۔ میں نے انہیں بھائی اس لئے کہا کیوں کہ ہم دونوں کو اسلام کی اخوت ایک دوسرے سے مربوط کئے ہوئے ہے۔

میں نے ان سے بعض کتابیں پڑھی اور فائدہ اٹھایا ہے اور اپنی اکثر کتابوں میں ان کے حوالے دیئے ہیں اس طرح وہ میرے لئے استاد وشیخ بھی ہوتے ہیں ان کی کتابوں کا ایک علیٰحدہ لطف ہے اور ان کی ایک متعین فکر ہے جو ہر جگہ نظر آتی ہے۔ معاصر داعیوں اور مفکروں میں کوئی ایسا نظر نہیں آتا جس نے شیخ کی کتابوں سے استفادہ نہ کیا ہو اور ان سے اقتباسات نہ لئے ہوں۔

شیخ نے جب ۱۹۵۱ء میں مصر کا سفر کیا تو میں نے باقاعدہ ان سے استفادہ کیا اور ان کی شاگردی اختیار کی اسی طرح بعد کی ملاقاتوں میں یہ سلسلہ جاری رہا سچ یہ ہے کہ شیخ اپنی حرکت وعمل سکون و خاموشی اور گفتگو و مذاکرہ میں ایک آئیڈیل اور نمونہ انسان تھے۔''

ڈاکٹر شیخ القرضاوی کے اس تجزیہ کے بعد بھی حضرت مولاناؒ کی ذات

www.abulhasanalinadwi.org

وصفات پر بہت کچھ لکھا جا سکتا ہے لکھا جا رہا اور لکھا جائے گا۔ اس لئے کہ حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ خود ایک صدی اور اپنے وقت کے مجدد تھے جس میں لکھنے اور تجزیہ کرنے کے لئے اسی قدر وقت درکار ہوتا ہے، فی الحال ہم اسی پر اکتفاء کر کے آگے بڑھتے ہیں۔

اور اب کچھ اپنے فاضل مرتب کے متعلق جن کی خصوصی توجہ فکر و مستعدی کے بغیر نہ مجھے لکھنے کا موقع میسر آتا اور نہ ہی کتاب ہمارے ہاتھوں میں ہوتی۔ ڈاکٹر مولوی محمد اکرم صاحب ندوی دار العلوم ندوۃ العلماء سے فارغ التحصیل نرے ندوی نہیں۔ ایک محقق اور لکھنؤ یونیورسٹی سے ڈاکٹر آف فلاسفی (P.H.D.) کے سند یافتہ بھی ہیں۔ مولوی محمد اکرم ندوۃ العلماء کے صاحب صلاحیت اور ہونہار طلباء اور اساتذہ میں سے ہیں جنہوں نے حضرت مولاناؒ کو نہ صرف قریب سے دیکھا بلکہ بالواسطہ اور بلاواسطہ سبق بھی پڑھا فائدہ اٹھایا اور مجلسوں اور صحبتوں سے استفادہ کیا اور جنہیں حضرت مولانا مرحوم کی نگاہ انتخاب نے ندوہ سے اٹھا کر آکسفورڈ سنٹر فار اسلامک اسٹڈیز میں پہنچا دیا جہاں وہ گزشتہ کئی سال سے تنظیمی و تشکیلی سرگرمیوں میں مشغول ہیں۔ ڈاکٹر محمد اکرم اپنی ذات میں خود محقق، مفکر اور داعی نیز تصنیف، تالیف کے میدان میں ایک مقام رکھتے ہوئے کئی کتابوں کے مصنف ہیں ان کی کئی کتابیں بیروت و دمشق میں چھپ کر منظر عام پر آچکی ہیں۔ ان کا تیار کردہ عربی مدارس کے لئے نصاب تعلیم کافی مقبول ہوا ہے۔ اور آج کل دمشق ہی کے ایک ادارہ کے اصرار پر حضرت مولانا مرحوم پر ایک جامع کتاب تیار کرنے میں مشغول ہیں۔ آکسفورڈ سنٹر سے منسلک ہوتے ہوئے بھی وہ یہاں کے کئی مدرسوں اور دار العلوموں میں اعزازی استاد کی حیثیت سے اسباق کے ذمہ دار ہیں۔ امید ہے انگلستان و یورپ والے ان کی صلاحیت سے فائدہ

www.abulhasanalinadwi.org

اٹھائیں گے۔

آخری میں کچھ علامہ ندوی اکیڈمی کے متعلق جسے اپنی پہلی کتاب اسی شخصیت کے خطوط وتقاریر مشتمل شائع کرنے کا شرف حاصل ہورہا ہے جس کے نام کی نسبت سے یہ ۲۰۰۰ء میں قائم ہوئی تھی۔ حضرت مولاناؒ کی وفات پر ملال پر اس سے پیدا ہونے والے خلاء کو دنیا کے تقریباً ہر گوشہ میں محسوس کیا گیا تھا اور چھوٹے بڑے شہر میں تعزیتی اجلاس وسمینار ہوئے تھے۔ انگلستان کے کئی شہروں میں بھی تعزیتی جلسے ہوئے تھے۔ اسلامک کلچرل سنٹر لندن NW8 جس میں حضرت مولاناؒ نے تقریباً ہر سفر میں حاضری دی تھی اور تقاریر ومحاضرات کئے تھے، کے ائمہ، ذمہ داروں اور خصوصاً مصری نژاد ڈاکٹر شیخ انس ابوشاوی ڈپٹی ڈائرکٹر جنرل نے بھی اس حادثہ جانکاہ کا بڑا اثر لیا اور جنوری ۲۰۰۰ء کی ایک ملاقات میں سنٹر کی طرف سے ایک تعزیتی جلسہ کا عندیہ دیا اور ذمہ داری مجھ پر سونپی۔ ڈاکٹر فاطمہ اَمر کی سربراہی میں ایک مختصر کمیٹی نے پوری تیاری کے ساتھ ایک نصف روزہ تعزیتی سمینار کا اہتمام کیا جو ۲۵/مارچ ۲۰۰۰ء کو سنٹر کے وسیع لائبریری ہال میں ڈاکٹر مناظر احسن ڈائرکٹر اسلامک فاؤنڈیشن لیسٹر کی صدارت میں بعد ظہر شروع ہوا اور مغرب تک جاری رہا جس میں حضرت مولانا کے معتقد، عوام خواص علماء و دانشوروں نے شرکت کی۔ بعد عصر چائے کے وقفہ میں بعض احباب نے حضرت مولانا کے مشن وفکر کو اس ملک میں جاری رکھنے کے لئے ایک مستقل ادارہ کے قیام پر زور دیا چنانچہ سیمنار کے اختتام پر اس تحریک کی سبھی نے حمایت کی جس پر کام شروع ہوا اور یہ ادارہ مختلف مراحل ورکاوٹ عبور کرتا ہوا گذشتہ سال برطانیہ کے چیرٹی ایکٹ ۱۹۶۰ء کے تحت رجسٹرڈ ہوا جس کے مقاصد میں سرفہرست The Advancement of Islam, in particular the study of the works

www.abulhasanalinadwi.org

of late Shakh Syed Abul Hasan Ali Hasani Nadwi (1914-1999)

درج ہے، جس کے حصول کے لئے ایک سنٹرل لائبریری کا قیام، سال کی بہترین کتاب پر انعام، ریسرچ اسکالرس کے لئے ایک وظیفہ، حضرت کی کتابوں کا یہاں کی لائبریریوں میں فراہم کرنا اور مولانا مرحوم کے مشن کو جاری ساری رکھنے کی تجاویز شامل ہیں جن پر سست رفتاری سے کام شروع ہو گیا ہے ساتھ ہی ہر سال ایک میموریل لکچر کا بھی اہتمام ہوتا ہے۔ انشاءاللہ اکیڈمی اپنی منزل کے لئے رواں دواں رہے گی اور جلد نتائج برآمد شروع ہوں گے۔

آخر میں تمام احباب کا جنہوں نے اس کتاب کی تیاری وطباعت اور اکیڈمی کے قیام وتشکیل میں جو بھی جد وجہد کی، کر رہے ہیں اور کرتے رہیں گے رسمی نہیں بلکہ تہہ دل سے شکریہ ادا کرنا اپنا فرض سمجھتا ہوں۔ اللہ عزوجل ہر شخص کی تمام کوششوں کو قبولیت کا درجہ عطا فرمادیں۔ آمین

مسرور احمد

صدر علامہ ابوالحسن علی ندوی اکیڈمی-لندن

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیش لفظ

مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی

(ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ)

زیر نظر کتاب عزیز مکرم مولانا محمد اکرم ندوی مقیم آکسفورڈ نے حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت کے اس پہلو کو سامنے رکھتے ہوئے مرتب کی ہے جو مغربی دنیا میں اپنے اسفار کے دوران انہوں نے دنیائے مغرب میں اسلام اور مسلمانوں کے تعلق سے جو رائے قائم کی اور اپنی بے تکلف مجالس میں اظہار رائے کیا ہے۔

مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے یہ اسفار ۱۹۶۳ء سے شروع ہوئے، اور کبھی کبھی ناغے ہونے کے ساتھ تقریباً ہر سال کم از کم ایک یا دو بار جانا ہوتا تھا، شروع میں جنیوا کے اسلامی سینٹر کے لئے، پھر آکسفورڈ یونیورسٹی سے تعلق رکھنے والے اسلامی سینٹر کے ٹرسٹی بورڈ کے جلسہ میں شرکت کے لئے جس کے وہ چیرمین منتخب ہوئے تھے، مولانا کا یہ تعلق ان کے وصال تک قائم رہا، سینٹر کے اس اجتماع کے موقع پر مولانا رحمۃ اللہ علیہ سینٹر کے ڈائرکٹر ڈاکٹر فرحان نظامی کی قیام گاہ میں جو ہندوستان کے

www.abulhasanalinadwi.org

عظیم مؤرخ پروفیسر خلیق احمد نظامی کے فرزند ہونے کی بناء پر حضرت مولانا سے عزیز خورد جیسا تعلق رکھتے تھے، قیام فرماتے، اس دوران ان کے والد پروفیسر صاحب کا بھی قیام وہیں رہتا تھا، اور وہ بھی سینٹر کے ٹرسٹی ہونے کے تعلق سے ہر سال اس اجتماع میں شریک ہوتے تھے، اور صاحبزادہ کی قیامگاہ ہونے کی وجہ سے ان کا قیام مزید مدت تک ہوتا تھا، دونوں اصحاب علم کے جمع ہوجانے سے روزانہ ایک علمی مجلس کا انعقاد ہوجاتا، جس میں دونوں حضرات کے درمیان علمی موضوعات و واقعات پر اظہار رائے ہوتا، جو دونوں کے لئے علمی تفریح ہوتی، اور حاضرین کے لئے جو دونوں کے خورد اور علمی خوشہ چیں ہوتے علمی استفادہ کا سامان ہوتا۔

مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے یورپ کے ان اسفار سے قبل ہی اپنی طالب علمانہ، پھر اپنی شروع کی تدریسی زندگی میں یورپ کی اخلاقی، سیاسی اور معاشرتی تاریخ کا مطالعہ کر رکھا تھا، اور مغرب و مشرق کے مابین تہذیبی و تمدنی فرق اور دونوں کے مابین اختلاف و فرق سے جو پیچیدگی پیدا ہوئی اس کو صرف سمجھا ہی نہیں تھا بلکہ اس پر مضامین اور کتابیں لکھی تھیں، جن میں مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے ان پہلوؤں کو ابھارا اور پیش کیا جو عام طور پر ہمارے علمائے دین کے مطالعہ و واقفیت میں نہیں تھے، مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ان مضامین و تصنیفات میں بہت ہی حق پسندانہ اور دانش مندانہ اظہار رائے کیا، وہ مغرب و مشرق کے مابین جو الجھاؤ پایا جاتا ہے اس کو واضح کرتا ہے، مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے پھر مغرب کا بار بار سفر کر کے وہاں کی عملی صورت حال اور اس کے پس منظر کو مزید سمجھا، اس طرح مولانا رحمۃ اللہ علیہ کو اپنی پہلے سے قائم کردہ رائے میں مزید تقویت حاصل ہوئی۔

مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی ان آراء اور تبصروں کو علمی تناظر میں تو مولاناؒ کی تصنیفات ہی میں دیکھا جاسکتا ہے، لیکن مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی بے تکلف

www.abulhasanalinadwi.org

مجالس میں جو بے تکلف باتیں کیں، یا مغربی اسفار کے دوران جو خطوط اپنے ہندوستانی عزیزوں کو لکھے، اور ان میں اپنے مشاہدات کا ذکر کیا، اور وہ خطوط جو مغربی ممالک میں مقیم اپنے دوستوں کو ہندوستان سے لکھے وہ بھی ثقافتی دلچسپی رکھنے والوں کے لئے دلچسپی بلکہ افادیت کے حامل ہیں، مولانا محمد اکرم ندوی صاحب کو کئی سال یہ فائدہ حاصل رہا کہ وہ آکسفورڈ اسلامی سینٹر کے دفتر میں ایک رکن ادارہ ہونے کے تعلق سے وہاں مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی ان بے تکلف مجالس میں بارہا شریک رہے، اور انہوں نے اپنے طور پر ان میں سے متعدد موقعوں کو قلم بند بھی کیا، اب جب کہ مولانا رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ہو چکا ہے انہوں نے چاہا کہ ان کو شائع کر دیں تا کہ مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے دیگر محبین کو بھی ایک دلچسپی اور فائدہ کی چیز حاصل ہو جائے۔

مولانا محمد اکرم ندوی صاحب ندوۃ العلماء کے فاضل اور کئی سال مدرس رہنے کے بعد آکسفورڈ گئے، اور اسلامک سینٹر کے دفتر میں علمی رکن کی حیثیت سے علمی کام انجام دیتے ہیں، اہل دین کے علمی ماحول (ندوۃ العلماء) میں رہ کر پختہ کار و پختہ ذہن ہونے کے بعد مغربی دنیا میں وقت گذار رہے ہیں، وہاں کے نشیب و فراز اور خصوصیات سے واقفیت حاصل کر چکے ہیں، مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے ذہن و فکر کو اچھی طرح سمجھے ہوئے بلکہ اس کے خوشہ چیں ہیں، علوم دینیہ و عصریہ نیز زبان و ادب میں اچھی صلاحیت کے مالک ہیں، اور کئی کتابوں کے مصنف بھی ہیں۔ لہذا ان کا یہ انتخاب اور ترتیب اپنی جگہ بڑی افادیت کی حامل ہے۔ امید ہے کہ اس سے مولاناؒ کے فکر و خیال کی ایک عکاسی سامنے آئے گی، اور قارئین کے لئے دلچسپی و افادیت کی حامل ہوگی۔

مولانا محمد اکرم صاحب کی فرمائش ہوئی کہ میں اس پر چند تعارفی الفاظ

www.abulhasanalinadwi.org

تحریر کردوں، ان کی خاطر داری میں میں نے یہ فرمائش قبول کی، جو مذکورہ بالا الفاظ کے ذریعہ پوری کررہا ہوں، اللہ تعالیٰ ہمارے ہر کام کو اپنی مرضی کا تابع بنائے، اور قبول فرمائے۔

۱۹/۲/۱۴۲۵ھ — محمد رابع حسنی ندوی

۱۰/۴/۲۰۰۴ء — ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ

www.abulhasanalinadwi.org

دیباچہ

الحمد للہ رب العالمین ، والصّلاۃ والسّلام علی رسولہ محمد النبی الأمین، وعلی آلہ وصحبہ أجمعین

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی عالم اسلام کے نامور داعی، مشہور مصلح، بلند پایہ مفکر، دقیق النظر عالم، عظیم مؤرخ اور صاحب طرز ادیب تھے، اپنی زندگی مسلم بیداری، اسلام کی عظمت رفتہ کی بازیابی، عالم اسلام کی نہضت، اور ہندوستانی مسلمانوں کی اصلاح کے لئے وقف کردی تھی، آپ تجدید واصلاح کے اس عظیم سلسلہ کی اہم کڑی تھے جس کی ابتدا حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ اور حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے ہوتی ہے، اور جس کے نمایاں افراد میں امام ابن تیمیہؒ اور پھر شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ تھے۔

حضرت مولانا کی زندگی کا محور اسلام تھا، عالم اسلام کے ماضی، حال اور مستقبل پر آپ کی نظر تھی، آپ نے امت مسلمہ کی پستی اور زبوں حالی کے بارے میں ٹھنڈے دل سے غور کیا، اور عام روش سے ہٹ کر مسلمانوں کے حال و مستقبل کو ان کے تابناک ماضی سے مربوط کرنے کی عدیم المثال کوشش کی، کسی قسم کی مرعوبیت کے بغیر پوری ہمت و جرأت سے اسلام کے خالص اور بے آمیز پیغام کو عام کرنے کی ایک روشن راہ نکالی:

www.abulhasanalinadwi.org

نہ از ساقی نہ از پیمانہ گفتم　　حدیث عشق بیباکانہ گفتم
شنیدم آنچہ از پاکان امت　　ترا باشوخی رندانہ گفتم (۱)

اس مجدد عصر نے علوم اسلامیہ، تاریخ اسلام، بلکہ تاریخ اقوام کے وسیع وعمیق مطالعہ کے ساتھ مغربی فلسفہ وفکر اور تہذیب وتمدن، اس کے بنیادی عناصر اور مزاج سے گہری واقفیت پیدا کی۔

خرد افزود مرا درس حکیمانہ فرنگ
سینہ افروخت مرا صحبت صاحب نظراں

آپ انسانیت کے مابین مشرق ومغرب کی مصنوعی تقسیم کے قائل نہیں تھے، نہ آپ کو قدیم وجدید کے قصہ سے کوئی دلچسپی تھی، آپ حقیقت کو نا قابل تقسیم اکائی سمجھتے تھے۔

زمانہ ایک، حیات ایک، کائنات بھی ایک
دلیل کم نظری قصۂ قدیم و جدید

آپ کے اس وسیع وعمیق مطالعہ، اور جامعیت نے آپ کو بلند اسلامی فکر عطا کی جو انسانوں کی خود ساختہ حد بندیوں سے ماورا ہے، یہی وجہ ہے کہ ہر مسلک اور ہر ملک کے مسلمان بلا کسی تفریق کے آپ کی فکر کی گہرائی اور گیرائی پر متفق اور فریفتہ ہیں۔

یورپ ومغرب سے آپ کی واقفیت بچپن سے ہے، آپ نے زندگی کا بڑا حصہ انگریزوں کے زیر تسلط ہندوستان میں گزارا، یورپ آنے سے پہلے آپ یورپ سے واقف تھے۔ آپ کا پہلا سفر یورپ ۱۹۶۳ء میں ہوا، اور اس کے بعد

(۱) علامہ اقبال کے ان دونوں شعروں کا ترجمہ ہے: نہ میں نے ساقی کی بات کہی، نہ پیمانہ کی، بیباکی کے ساتھ حدیث عشق بیان کردی، سلف صالح سے جو کچھ سنا اسے شوخی رندانہ کے ساتھ بیان کردیا۔

www.abulhasanalinadwi.org

مسلسل مغربی ممالک کے اسفار ہوتے رہے، برطانیہ کے کل بارہ سفر کئے، آپ نے یہ سفر دعوتی و دینی مقاصد اور ان میں سے بعض طبی مشوروں کے لئے کئے تھے۔

حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ جب بھی برطانیہ تشریف لاتے یہاں کی مسلم آبادی سے خطاب فرماتے، یہاں کے تعلیمی اداروں اور دعوتی و دینی مراکز کا دورہ کرتے، اور یونیورسٹیوں کے طلبہ کو اپنا پیغام پہنچاتے، مولانا کے ان سفروں اور سرگرمیوں کا تذکرہ آئندہ صفحات میں آپ پڑھیں گے۔

پیش نظر مجموعہ اس احساس کے ساتھ تیار کیا گیا ہے کہ برطانیہ کے مسلمانوں کے ساتھ آپ کا جو گہرا تعلق رہا ہے، اور جس طرح آپ نے خصوصی طور پر یہاں کے لوگوں کو مخاطب بنایا ہے اس پوری تاریخ کو محفوظ کر دیا جائے، اس کے پیچھے بنیادی طور پر یہ محرک کارفرما ہے کہ یہاں کی مسلم آبادی بار بار مولانا کے ان پیغامات کو پڑھ کر اپنا عہد تازہ کرے اور نئی مسلمان نسلیں ان سے رہنمائی حاصل کریں، مولانا کی ان اہم تقاریر کے علاوہ اس مجموعہ میں مولانا کی مختصر سوانح، برطانیہ کے اسفار کی روداد، بعض مجالس اور برطانیہ کے مسلمانوں کے نام مولانا کے خطوط بھی شامل ہیں۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اس مجموعہ کو قبولیت سے نوازے، اور مرتب اور قارئین کو اس سے استفادہ کی توفیق نصیب فرمائے، وما توفیقی إلا باللّٰہ، علیہ توکلت، والیہ انیب۔

محمد اکرم ندوی

آکسفورڈ

۲۰ رذی القعدہ ۱۴۲۳ھ - ۲۳ جنوری ۲۰۰۳ء

www.abulhasanalinadwi.org

مختصر سوانح

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی نسباً حسنی سید ہیں، اب کی نسبت ابوالانبیاء حضرت ابراہیم علیہ السلام، امام المرسلین اور خاتم النبیین محمد صلی اللہ علیہ وسلم سیدۃ نساء اہل الجنتہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا، خلیفہ راشد امیر المومنین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ، سید شباب اہل الجنتہ امیر المومنین حسن بن علی رضی اللہ عنہ اور بے شمار اولیاء، علماء، محدثین اور فقہاء سے ہے، یہ نسلی خصوصیات و امتیازات آپ کی ترکیب کا حصہ تھیں۔

آپ کی پیدائش محرم ۱۳۳۲ھ میں تکیہ رائے بریلی میں ہوئی، گھر میں علم کا چرچا تھا، سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ کی تحریک جہاد کے قصوں کا تذکرہ رہتا تھا، اور صلاح و تقویٰ اس خاندان کے ہر فرد کا شعار تھا، علم و فضل کے اس ماحول میں آپ کی نشوونما اور تعلیم و تربیت ہوئی، آپ کے والد حکیم سید عبدالحی حسنی (م ۱۳۴۱ھ/۱۹۲۳ء) کا شمار ہندوستان کے عظیم ترین مؤرخین اور برصغیر کے ممتاز محدثین میں ہوتا ہے۔

آپ کے اساتذہ میں شیخ خلیل بن محمد یمنی (م ۱۳۸۶ھ)، ڈاکٹر تقی الدین ہلالی، علامہ حیدر حسن خان ٹونکی (م ۱۳۲۱ھ)، شیخ احمد علی لاہوری (م ۱۳۸۱ھ)

www.abulhasanalinadwi.org

اور شیخ الاسلام حسین احمد مدنیؒ (م ۱۳۷۷ھ) ہیں، آپ نے دارالعلوم ندوۃ العلماء اور دارالعلوم دیوبند دونوں سے کسب فیض کیا، مولانا الیاس رحمۃ اللہ علیہ (۱۳۶۲ھ) سے تعلق آپ کی زندگی کے لئے انقلابی موڑ ثابت ہوا، مشہور عارف باللہ مولانا عبدالقادر رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۸۲ھ) سے بیعت وارادت کا تعلق قائم ہوا، مولانا عبدالقادر رائے پوری اور مولانا احمد علی لاہوری دونوں حضرات نے آپ کو خلافت سے نوازا، علامہ اقبال (م ۱۹۳۸ء) سے ملاقات کی اور ان کی شاعری سے کافی استفادہ کیا۔

۱۹۳۴ء میں دارالعلوم ندوۃ العلماء میں تفسیر، حدیث اور ادب عربی کے استاد کی حیثیت سے تقرر ہوا، تدریس کے ساتھ تبلیغ ودعوت اور تصنیف وتالیف کا سلسلہ شروع سے چلتا رہا، ۱۹۶۱ء میں ندوۃ العلماء کے ناظم کی حیثیت سے آپ کا انتخاب عمل میں آیا، یہ انتخاب ندوۃ العلماء اور ملک وملت کے لئے اس قدر بابرکت ثابت ہوا کہ اس نے ندوۃ العلماء کی تحریک اور دارالعلوم دونوں کو ایک نئی زندگی عطا کی، اور ہندوستان کا تعلق عالم عرب بلکہ پورے عالم اسلام سے اس قدر استوار ہوا جس کی نظیر ہندوستان کی پوری تاریخ میں نہیں ملتی، اور پہلی بار اسلامی فکر کے میدان میں ہندوستانی مسلمانوں کی شرکت اور ان کے حصہ کی قدر وقیمت محسوس کی گئی اور اس کا واضح اعتراف کیا گیا۔

مولانا کی تصنیفات کی فہرست کافی طویل ہے جن میں (۱) انسانی دنیا پر مسلمانوں کے عروج وزوال کا اثر (۲) تاریخ دعوت وعزیمت (پانچ جلدیں) (۳) سیرت سید احمد شہید (دوجلدیں) (۴) جب ایمان کی بہار آئی (۵) المرتضی (۶) ارکان اربعہ (۷) مولانا الیاس رحمۃ اللہ علیہ اور ان کی دینی دعوت (۸) نبی رحمت (۹) نقوش اقبال (۱۰) مطالعہ قرآن کے اصول ومبادی۔

www.abulhasanalinadwi.org

(۱۱) قادیانیت (۱۲) اسلامیت ومغربیت کی کشمکش (۱۳) تزکیہ واحسان یا تصوف وسلوک (۱۴) دستور حیات خاص طور سے اہمیت کی حامل ہیں۔

حضرت مولانا ایک عالم ربانی تھے، سلامتی عقیدہ وعمل، طہارت قلب وعقل، زہد واستغناء، قناعت وتوکل، جرأتِ ایمانی وعزیمت، اخلاص وللّٰہیت، وروع وتقویٰ، فنائیت وبے نفسی، جامعیت وہمہ گیری، اور اعتدال وتوازن کی صفات سے متصف تھے۔

مولانا کی زندگی کا بنیادی محور دعوت اسلامی اور فکر اسلامی ہے، مولانا کی دعوت وفکر کی خصوصیات واثرات کے گہرے مطالعہ ہی سے مولانا کے پیغام کی بلندی کا صحیح اندازہ ہو سکے گا، مادہ پرستی کے مقابلہ میں دلوں کے اندر ایمان کی تخم ریزی، عقل وفلسفہ پر وحی الٰہی کی برتری کا اعلان، قرآن کریم سے تعلق کی استواری، سنت وسیرت سے محکم ربط پیدا کرنے کی جدوجہد، ربانیت اور صحیح اسلامی روحانیت کی نشوونما، تخریب کے بجائے تعمیر، تفریق کی جگہ اتحاد، جہاد فی سبیل اللہ کے جذبہ کے احیاء، تاریخ اسلامی اور اس کے کارناموں سے فیضیابی، مغربی فکر اور مادی تہذیب پر تنقید، قومیت اور جاہلی عصبیتوں پر تنقید، ختم نبوت کے عقیدہ کی ترسیخ، فکری ارتداد کے خلاف جہاد، تاریخ میں امت مسلمہ کے کردار کے تسلسل، صحابہ کرام کی فضیلت کے بیان، مسئلہ فلسطین کی وضاحت، مغربی فکر وفلسفہ سے آزاد ہوکر تعلیم وتربیت پر توجہ، معاصر علماء اور دعاۃ کی ترتیب، مسلم بیداری اور اسلامی تحریکوں کی صحیح رہنمائی اور غیر مسلموں کو اسلام کی دعوت، یہ وہ عناصر ہیں جن پر آپ نے اپنی دعوت اور فکر کی تشریح کی بنیاد رکھی۔(۱)

---

(۱) شیخ یوسف القرضاوی جو خود بھی اس وقت دعوت وفکر اسلامی کے امام ہیں، نے حضرت مولاناؒ پر اپنی ایک کتاب "الشیخ ابو الحسن الندوی کما عرفته" (۷۹-۹۳) میں مولاناؒ کی فکر کی ان بنیادوں کا قدرتفصیل سے جائزہ لیا ہے

www.abulhasanalinadwi.org

دعوت وتبلیغ، تصنیف وتالیف، اصلاح وتجدید کے عظیم کارناموں سے پُر بابرکت زندگی گزارنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنے اس محبوب بندہ کو جمعہ کے دن ۲۲ رمضان المبارک ۱۴۲۱ھ مطابق ۳۱ دسمبر ۱۹۹۹ء کو اپنی بارگاہ میں بلا لیا، اور ایسا محسوس ہوا کہ صرف ہندوستان کے مسلمان ہی نہیں بلکہ عرب وعجم اور مشرق سے لے کر مغرب تک پوری امت مسلمہ یتیم ہوگئی۔

منگر کہ دل ابن یمین پر خوں شد
بنگر کہ ازیں سرائے فانی چوں شد
مصحف بکف وپا برہ ودیدہ بدوست
با پیک اجل خندہ زناں بیروں شد

www.abulhasanalinadwi.org

برطانیہ کے سفروں کی روداد

یورپ میں اسلام اور مسلمانوں کی موجودگی کی تاریخ اسلام کی پہلی صدی سے شروع ہوتی ہے، یورپ کا تعلق عالم اسلام سے سیاست وتجارت اور علم وثقافت کے میدانوں میں بڑا استوار رہا ہے، تین مرحلے یورپ کی تاریخ میں ایسے آئے جبکہ اسلام کی مضبوط حکومتیں یہاں قائم ہوئیں، اور مسلمانوں نے علوم وفنون اور تہذیب وتمدن کے تمام میدانوں میں یورپ پر بیش بہا احسانات کئے، بلکہ یورپ کی نشأۃِ نو رہینِ منت ہے مسلمانوں کے ان احسانات کی، پہلا مرحلہ پہلی صدی ہجری میں اسپین کی فتح سے شروع ہوتا ہے، اسی مرحلہ میں مسلمانوں نے سسلی اور جنوبی اٹلی میں بھی اپنی مضبوط اور شاندار حکومتیں قائم کیں، دوسرا مرحلہ ساتویں صدی ہجری میں دنیا کے بڑے حصہ پر منگولوں کے تسلط کا نتیجہ تھا، جنہوں نے بعد میں اسلام قبول کر کے تاتارستان اور قوقاز کے علاقوں میں مسلمانوں کی موجودگی کو دوام عطا کیا، ان علاقوں کے مسلمانوں کی بڑی تعداد تجارت کی غرض سے روس، فین لینڈ بلکہ پولینڈ اور یوکرین کی سرحدوں تک آباد ہوگئی، تیسرا مرحلہ بلقان اور وسطی یورپ میں سلطنت عثمانیہ کی براہ راست حکومت سے شروع ہوتا ہے، آج بھی بلغاریہ، یوگوسلاویہ، رومانیہ اور یونان میں مسلمانوں

www.abulhasanalinadwi.org

کی بڑی تعداد آباد ہے جو اس عہد عثمانی کی یادگار ہیں۔

برطانیہ اور یورپ کے بعض دوسرے علاقوں میں مسلمانوں کی واضح موجودگی ایک چوتھے مرحلہ کا نتیجہ ہے، مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد یورپی استعمار کے بعد سے یہاں ہجرت کر کے آباد ہوئی، یہ رجحان دوسری جنگ عظیم کے بعد زیادہ بڑھا اور آج تک قائم ہے۔

برطانیہ کی مسلم آبادی کا تعلق اس چوتھے مرحلہ سے ہے، زیادہ تر برصغیر ہند و پاک و بنگلادیش کے مسلمانوں نے یہاں ہجرت کی، عرب، ترک اور ایرانی مسلمانوں کی بھی تعداد اچھی خاصی ہے، ساتھ ہی یہاں کی مقامی آبادی میں اسلام قبول کرنے کے رجحان کے نتیجہ میں سفید فام برطانوی مسلمانوں کی تعداد بھی روز افزوں ہے، ایک اندازہ کے مطابق اس وقت برطانیہ میں مسلمانوں کی تعداد بیس لاکھ کے قریب ہے، جن میں اکثریت برصغیر کے مسلمانوں کی ہے، اس وقت برطانیہ کے ہر بڑے شہر میں متعدد مسجدیں، مدرسے، دارالعلوم، دینی مراکز اور انجمنیں قائم ہیں۔

برطانیہ سے مولانا کی واقفیت بچپن سے ہے، آپ نے جب آنکھیں کھولیں تو ہندوستان میں برطانوی استعمار اپنے شباب پر تھا، آپ نے یورپ کے فلسفوں، افکار، یورپ کی نشأۃ ثانیہ کی تاریخ و عناصر، اور مغربی تہذیب کے ترکیبی اجزاء کا گہرائی سے مطالعہ کیا، آپ نے یورپ جانے سے پہلے مغربی تہذیب کے بارے میں جو رائے قائم کی اور اس پر جو کچھ لکھا تھا اس پر کسی نظر ثانی کی ضرورت نہیں پڑی، بلکہ ان سفروں نے یورپ کے بارے میں آپ کے نقطۂ نظر کو تقویت دی اور آپ کو اپنی رائے پر پوری بصیرت حاصل ہوئی۔

حضرت مولانا نے انگلینڈ کے کل بارہ سفر کئے، پہلے سفر میں ڈاکٹر

www.abulhasanalinadwi.org

اشتیاق حسین قریشی، تیسرے میں مولانا معین اللہ صاحب ندوی، باقی تمام سفروں میں استاد محترم مولانا محمد رابع حسنی ندوی دامت برکاتہم، اور آخری سفر میں استاد محترم مولانا سید محمد واضح رشید ندوی مدظلہ العالی رفیق سفر تھے، ان اسفار کی تفصیل درج ذیل ہے۔

پہلا سفر:

پہلا سفر ڈاکٹر سعید رمضان کی دعوت پر جنیوا کے اسلامک سنٹر کے اجتماعات میں شرکت کے لئے تھا، یہ سفر ستمبر ۱۹۶۳ء میں ہوا، اس سفر میں یورپ کے مختلف ممالک کی زیارت کے ساتھ انگلینڈ میں لندن، آکسفورڈ، برمنگھم، کیمبرج، گلاسگو، اور ایڈمبرا جانا ہوا، تقریروں میں ایڈمبرا یونیورسٹی کی اسلامی مجلس کی تقریر، لندن یونیورسٹی کے یونین ہال کی تقریر، بی بی سی پر دو تقریریں ''ایک زائر لندن کے تأثرات'' دوسرا مکالمہ جو عربی زبان کی ترقی کے امکانات اور مسلم ممالک کے ساتھ اس کے تعلقات کے موضوع پر تھا خاص طور سے قابل ذکر ہیں، سب سے اہم لندن یونیورسٹی ہال کی تقریر تھی جو عربی میں ''بین الشرق والغرب'' کے عنوان سے تیار کی گئی تھی جس کا فصیح انگیزی ترجمہ ایک نومسلم انگریز نے جوش واثر کے ساتھ پڑھا۔(۱)

اس سفر میں آکسفورڈ یونیورسٹی کے صدر شعبہ عربی پروفیسر بیسٹن، کیمبرج کے مشہور مستشرق ڈاکٹر آربری، سواس کے پروفیسر باشم، اور ایک دوسرے مشہور مستشرق ایرک برتھ سے ملاقاتیں ہوئیں، لندن کے قیام کے دوران برٹش میوزیم کی لائبریری اور انڈیا آفس لائبریری سے استفادہ، اور مختلف عجائب

(۱) یہ تقریر آئندہ فصل میں آرہی ہے۔

www.abulhasanalinadwi.org

گھروں اور تاریخی عمارتوں اور جگہوں کی زیارت کی۔

دوسرا سفر:

دوسرا سفر اکتوبر ۱۹۶۴ء میں پھر مرکز اسلامی جنیوا میں شرکت کے لئے ہوا، لندن میں قیام لندن کی جماعت تبلیغ کے امیر سید منور حسین صاحب کی رہائش پر رہا، اس سفر کی اہم تقریبات میں اسلامک سنٹر بیکر اسٹریٹ لندن کی تقریر جو مسلمان طلبہ اور نوجوانوں کے سامنے ہوئی۔ (۱)

تیسرا سفر:

یہ سفر ۱۹۶۹ء میں آنکھ کے علاج اور اسلامک سنٹر جنیوا کی مجلس انتظامی کے جلسہ میں شرکت کے لئے تھا، جون میں لندن پہنچے اور مسرور احمد صاحب لکھنوی کے مکان پر قیام کیا، اس سفر میں حضرت مولانا نے انگلستان کا طویل دورہ کیا جو اس سے پہلے اور اس کے بعد نہیں ہوسکا، برمنگھم، مانچسٹر، بلیک برن، شیفیلڈ، ڈیوز بری، لیڈس وغیرہ تشریف لے گئے، ہر جگہ مسلمانوں سے خطاب کیا اور فکر انگیز دعوتی واصلاحی تقریریں کیں، جن میں انگلستان کے مقیم مسلمانوں کو اپنا دعوتی فرض انجام دینے، اپنی افادیت ثابت کرنے، اور اپنی خصوصیات اور جدید نسل کے دین ومذہب کو محفوظ رکھنے کے لئے مشورے دیئے، اور اس طرح یہ سفر اور قیام طبی سے زیادہ دعوتی اور شخصی سے زیادہ جماعتی بن گیا، یونیورسٹیوں میں سے برمنگھم یونیورسٹی اور لیڈس یونیورسٹی کے ہال میں مسلمان طلباء اور اساتذہ اور تعلیم یافتہ مسلمانوں سے خطاب ہوا، (۲) بعض عرب طلباء کے اصرار سے جو

---

(۱) یہ تقریر بھی آئندہ فصل میں آرہی ہے۔

(۲) یہ تقریر بھی آئندہ فصل میں آرہی ہے۔

www.abulhasanalinadwi.org

حضرت مولانا سے تصنیفات کے ذریعہ واقف اور متأثر تھے گلاسگو کا بھی سفر ہوا، وہاں جمعہ کے دن عربی اور اردو میں خطابات ہوئے، ان عرب طلباء ہی کے ساتھ جو اکثر اخوانی تھے ان کے معمول کے مطابق گلاسگو کی جامع مسجد میں شب گزاری بھی کی۔

لندن کے قیام میں ماہر القادری صاحب جو افریقہ کے ایک سفر سے واپس ہوئے تھے مولانا سے ملنے آئے، ان کے اعزاز میں پیکاڈلی ہوٹل میں ایک ادبی محفل کا انعقاد کیا گیا تھا جس میں حضرت مولانا کو دعوت دی گئی، ماہر صاحب سے تعلق کی بنیاد پر تکلیف کے باوجود مولانا نے شرکت کی اور ان کے کلام اور پیغام کے متعلق گفتگو کی۔

ماہر صاحب نے مولانا کو لیک ڈسٹرکٹ دیکھنے کی بہت ترغیب دی اور اس کی بڑی تعریف کی، ان کے غیر معمولی تأثر اور تعریف کی بناء پر مولانا نے اس کی سیر کی، سفر طویل تھا اور وقت کم، اور آنکھ کی تکلیف مستزاد لیکن مولانا کے بقول وہ جگہ دیکھنے کے قابل تھی۔

چوتھا سفر:

مئی ۱۹۸۳ء میں حضرت مولانا کو پروفیسر خلیق احمد نظامی کا خط ملا کہ آکسفورڈ یونیورسٹی میں ایک اسلامک سنٹر کی تاسیس کی تجویز ہے، اور ڈاکٹر ڈیوڈ براؤننگ جو سینٹ کراس کالج کے استاد اور وائس پرنسپل ہیں وہ اس میں خاصی دلچسپی لے رہے ہیں، وہ چاہتے ہیں کہ آپ بھی اس کار خیر میں شریک ہوں، اور اس کی تاسیس، اس کے مقاصد و دستور العمل کی ترتیب میں مدد دیں اور ''اسلام و مغرب'' کے عنوان پر مقالہ بھی پڑھیں، مولانا کی زمانہ سے خواہش تھی اور دعا بھی کرتے

www.abulhasanalinadwi.org

تھے کہ مغرب کے ممتاز دانشوروں کے سامنے مغربی تہذیب، فلسفہ زندگی، اور عالم انسانی کی اس فکری، تہذیبی اور اخلاقی قیادت کی ناکامی پر جو تقدیر سے ان کے ہاتھ میں آگئی ہے آزادانہ خیالات کے اظہار کا موقع ملے، اس لئے یہ دعوت قبول فرمائی، اور ۲۱ر جولائی ۱۹۸۳ء کو لندن پہنچ گئے، دوسرے دن مولانا نے مختصراً عربی میں تقریر کی، پھر انگریزی میں چند کلمات فرما کر ڈاکٹر فرحان احمد نظامی صاحب کو اپنا وہ مضمون سنانے کی دعوت دی جو ''اسلام اور مغرب'' کے عنوان سے تیار کیا تھا، ڈاکٹر نظامی نے سید محی الدین صاحب کا کیا ہوا اس کا ترجمہ پڑھا ۲۳-۲۴ر جولائی کو مرکز کی تاسیس عمل میں آئی اور مولانا کو باصرار اس کی مجلس انتظامی کا صدر منتخب کیا گیا۔

آکسفورڈ سنٹر کی تاسیس کی تقریب سے فراغت کے بعد مزید چھ دن انگلستان میں قیام رہا، جس کے دوران مڈلینڈ کے اہم اسلامی سنٹر دیکھے، اور اہم مساجد، مشہور تبلیغی مراکز اور مسلمانوں کی بڑی آبادیوں کے قصبات کا دورہ کیا، لیسٹر کے اسلامک فاؤنڈیشن کا ذرا تفصیل سے معاینہ کیا، مسلمانوں کے سامنے خطابات کا مشترک موضوع، برطانیہ میں مقیم مسلمانوں کی ذمہ داری، صحیح طریق عمل اور خطرات وفوائد کی نشاندہی تھی۔

پانچواں سفر:

آکسفورڈ یونیورسٹی نے اسلامک سنٹر کے قیام کی اجازت دے دی تھی، لیکن ابھی اس کا باقاعدہ افتتاح کرنا باقی تھا، اس کے لئے ۸ر اکتوبر ۱۹۸۵ء کو انگلستان کا سفر کیا، ۹ر اکتوبر کو سنٹر کے قیام کو دستوری شکل دی گئی، ۱۱ر اکتوبر کو یونیورسٹی کے ذمہ داروں اور دیگر اہم شخصیتوں کے جلسہ میں باقاعدہ اس کا اعلان

www.abulhasanalinadwi.org

بھی کر دیا گیا، مولانا کی طرف سے ایک سو منتخب ترین لوگوں کو عشائیہ دیا گیا، جس میں یونیورسٹی کے پروفیسران، عہدیداران اور برطانیہ میں مقیم دانشور طبقہ کے منتخب افراد شامل تھے، کھانے کے اختتام پر مولانا نے ایک تقریر کی جس کی روح اور خلاصہ یہ تھا۔

''آکسفورڈ یونیورسٹی میں اس سنٹر کا قیام ایک فال نیک ہے، اس سے دوستی اور مفاہمت کے نئے دروازے کھلیں گے اور علمی تحقیق کی نئی شاہراہیں سامنے آئیں گی، اسلام نے انسانیت کا جو درس دیا ہے اور جس طرح انسانیت کو اعلیٰ مقام پر پہنچایا ہے ضروری ہے کہ اس کا صحیح احساس پیدا ہو، بعثت نبوی کے وقت انسانیت سکرات موت کی ہچکیاں لے رہی تھی، رسول اکرم نے اس کی مردہ رگوں میں زندگی کی نئی لہر دوڑائی، آنے والی صدیوں میں جو ترقی ممکن ہوئی وہ بقائے انسانیت کے لئے اسی عظیم الشان کوشش کا نتیجہ تھی جو حضور سرور کائنات کی ذات اقدس سے شروع ہوئی تھی، اگر اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم وہ کوشش بقاء انسانیت نہ فرماتے تو نہ یہ یونیورسٹیاں ہوتیں نہ یہ ادارے، ان کے اثرات آج تک انسانیت پر رحمت کی امید بنے ہوئے ہیں، اسی بنا پر اسلامی مرکز کا قیام یونیورسٹی کا احسان نہیں، شکر و اعتراف کا اظہار ہے، اور خراج محبت و شرافت ہے جو برضا و رغبت اسلام کو پیش کیا جا رہا ہے۔''

(کاروان زندگی جلد ۳ ص ۱۰۷-۱۰۸)

آکسفورڈ سے فارغ ہونے کے بعد ۱۲/ اکتوبر کی شام کو لندن کا سفر

www.abulhasanalinadwi.org

کیا، اور مسرور احمد صاحب کے یہاں حسب معمول قیام کیا۔

چھٹا سفر:

یہ سفر بھی آکسفورڈ کی مجلس انتظامی کے سالانہ اجلاس میں شرکت کے لئے تھا، ۲۶/اگست ۱۹۸۶ء کی صبح کو لندن پہنچے، ۲۷/سے ۲۹/تک آکسفورڈ میں قیام رہا، وہاں سے فارغ ہوکر لندن جانا ہوا، ۳۰-۳۱/اگست لندن میں قیام رہا۔

ساتواں سفر:

آکسفورڈ سنٹر کی مجلس انتظامی کے جلسہ میں شرکت کے لئے ۲۶/اگست ۱۹۸۷ء کو لندن پہنچے، ۲۷/اگست کو سالانہ جلسہ ہوا، اور ۲۹/اگست کو سینٹ کراس کالج میں منتخب اہل علم ودانش حضرات کے سامنے ''صحیح علم کی اشاعت وترقی اور اس کے ذریعہ سے انسانیت کی رہنمائی اور اصلاح میں اسلام کا تاریخی کردار'' کے موضوع پر ایک فکر انگیز مقالہ پیش فرمایا، جس میں نبوت محمدی کے اعجاز، انفس وآفاق اور اقوام وملل کے ماضی پر غور وفکر کی دعوت اور اس کے فائدے، علمی منتشر اکائیوں میں وحدت وربط، مغرب کی بیداری اور علم وتہذیب کے نئے دور کے آغاز میں اسلام کا حصہ، قدیم دنیا میں مسلمانوں کا علمی تفوق اور مفید اور تجرباتی علوم میں ان کی قیادت، مسلمان موجدین فن اور ماہرین علوم وغیرہ عناصر کا تجزیہ کیا گیا، اس کے آخری ٹکڑے کا مختصر اقتباس پیش ہے:

> ''اس مقالہ کے اختتام سے پہلے میں آپ کی توجہ اس بنیادی حقیقت کی جانب مبذول کرانا چاہتا ہوں کہ ہمیں یہ کبھی فراموش نہیں کرنا چاہئے کہ انسان زمین پر اللہ کا خلیفہ ہے،

www.abulhasanalinadwi.org

انسان اپنی ذات سے علم کا نہ تو منبع ہے اور نہ منتہی، وہ صرف اللہ کی مرضی کو پورا کرنے والا، نائب یا نمائندہ ہے، قرآن مجید نے حضرت آدم علیہ السلام کو تعلیم اسماء (جو علم کی بنیاد ہے) کا ذکر، ان کے زمین میں خلافت الٰہی کے منصب پر سرفراز ہونے کے تذکرہ کے بعد اور اس سیاق وسباق میں کیا ہے، جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ وہ اپنے علم کا استعمال ''خلیفۃ اللہ'' کی حیثیت سے کرنے پر مامور تھے، علم کی تاریخ بلکہ تاریخ عالم کا یہ بہت بڑا المیہ تھا کہ انسان نے فراموش کر دیا کہ وہ خالق کائنات کا نائب اور خلیفہ ہے، اسے اس دنیا کی امانت سپرد کی گئی تھی، مالک اور آقا بنا کر نہیں بھیج گیا تھا کہ وہ زمین کے اوپر اور اس کے اندر پائے جانے والے خزانوں کو اپنے ذاتی، قومی، نسلی اور طبقاتی مفاد کے لئے، یا سیاسی برتری حاصل کرنے کے لئے استعمال کرے۔

انسانیت کی تاریخ اور علم دونوں کے لئے وہ منحوس ترین دن تھا، جب اس نے تباہی کے اس راستہ کا انتخاب کیا، صرف یہ احساس کہ انسان اس دنیا کا مالک ہونے کے بجائے، خدا کا خلیفہ یا نائب ہے، اسے صراط مستقیم پر قائم رکھ سکتا ہے، کیونکہ اس حقیقت کا عرفان ہی اسے من مانی کارروائی کرنے میں مانع ہوسکتا ہے۔'' (کاروان زندگی جلد ۳ ص ۲۷۴-۲۷۵)

مسرور صاحب کچھ عرصہ سے بیمار چل رہے تھے اور مولانا کا خیال تھا کہ ان کو تکلیف نہ دی جائے، لیکن وہ خود گاڑی لے کر آئے اور مولانا اور مولانا

www.abulhasanalinadwi.org

کے رفقاء کو ساتھ لندن لے گئے اور باوجود اپنی طویل بیماری، ضعف اور تنہائی کے انہوں نے میزبانی اور آرام پہنچانے میں کوئی کمی نہیں کی۔

آٹھواں سفر:

آکسفورڈ سنٹر کے سالانہ اجتماع میں جو ۲۳ راگست ۱۹۸۹ء کو منعقد ہو رہا تھا سفر کیا، اس وقت سلمان رشدی کا معاملہ گرم تھا، اس صورت حال کے پیش نظر اجتماع سے ایک روز پہلے سنٹر میں ''انسانیت کے محسن اعظم صلی اللہ علیہ وسلم اور شریف و متمدن دنیا کا اخلاقی فرض'' کے عنوان سے ایک پر درد اور تحقیقی مقالہ پیش کیا، جس میں واضح کیا کہ سید المرسلین خاتم النبیین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صرف مسلمانوں اور اسلامی دنیا ہی کے محسن نہیں، انسانیت کے محسن اعظم ہیں، اور آپ ہی کی بعثت و دعوت اور تعلیمات اور آپ کے تربیت کردہ افراد و متبعین کی مساعی جلیلہ و جمیلہ کی بدولت چھٹی صدی عیسوی کے بعد اس انسانی نسل کو زندگی کی نئی طویل قسط اور موقع عطا ہوا، جس نے اپنے خدا اور خود فراموشی، نفس پروری، حیوانی اور بہیمانہ بلکہ درندہ صفت وحشیانہ زندگی کی وجہ سے زندہ اور باقی رہنے کا استحقاق کھو دیا تھا اور خدا کی عدالت میں خود اپنے خلاف ایسا مدلل مقدمہ پیش کر رکھا تھا جس پر سزائے موت ہی ملنی چاہئے تھی، اور اس وسیع و عریض دنیا کی بساط تہہ کر دینے کا فیصلہ ہی متوقع اور معقول تھا، مغربی مفکرین کے اقتباسات اور بعثت نبوی سے پہلے کی اور کچھ بعد تک کی دنیا کی المناک اور شرمناک تصویر پیش کرنے کے بعد بعثت محمدی کا تذکرہ کیا، اور محمد رسول اللہ ﷺ اور آپ کی رسالت اور تعلیمات کے دس بنیادی اور قیمتی عطیوں کا ذکر کیا جنہوں نے نوع انسانی کی رہنمائی، صلاح و فلاح اور تعمیر و ترقی میں انقلابی کردار ادا کیا، اور ایک ایسی زندہ اور

www.abulhasanalinadwi.org

درخشندہ دنیا کی تخلیق وتشکیل کی جو کہنہ اور زوال پذیر دنیا سے کوئی مشابہت نہیں رکھتی، اس کے بعد نامور یورپین مؤرخین کی شہادتیں اور بعثت ورسالت محمدی کے انقلاب انگیزی کے متعدد اعترافات نقل کیے، اس کے بعد تیرہویں صدی عیسوی میں تاتاریوں کے متمدن دنیا پر اس حملہ کا ذکر کیا جس کے حجم اور رقبہ کو عام طور پر سمجھا نہیں گیا، لیکن انسانیت کی اس بے بسی کی حالت میں ایک معجزہ ظاہر ہوا اور تاتاریوں نے من حیث القوم اسلام قبول کیا، اور وہ نہ صرف انسانیت اور تہذیب کے دائرہ میں آگئے بلکہ انسانیت اور علم کے محافظ وقدر دان اور مہذب ووسیع سلطنتوں اور تہذیب کے بانی ومعمار بن گئے، یورپ پر اسلام کے تہذیبی علمی اور اخلاقی احسانات کا تذکرہ کیا، نیز اس مقالہ میں اظہار خیال کی آزادی پر کسی قسم کی پابندی عائد کرنے کو فرد کی آزادی کو سلب کر لینے اور جبر واستبداد کے عمل کے مرادف قرار دینے کے سطحی اور عامیانہ خیال پر تنقید کی گئی جن کی آڑ لے کر حکومت برطانیہ نے سلمان رشدی کو اپنے دل آزار، احسان فراموش، حقیقت کش اور مخرب اخلاق خیالات ظاہر کرنے کی آزادی دی اور اس کا تحفظ کیا۔

یہی مقالہ لندن کے بین الاقوامی اسلامک سنٹر پارک روڈ میں انگریزی عربی اور اردو میں پیش کیا گیا اور بہت پسند کیا گیا۔

آکسفورڈ سے فارغ ہونے کے بعد اپنے معمول کے مطابق مولانا نے اپنے قدیم میزبان مسرور صاحب کے پاس لندن میں قیام کیا۔

نواں سفر:

اگست ۱۹۹۱ء کے آخر میں سنٹر کی سالانہ میٹنگ میں شرکت کی، آکسفورڈ کی مدینہ مسجد میں جمعہ کی نماز سے پہلے ایک مختصر اور جامع خطاب کیا،

www.abulhasanalinadwi.org

جس میں اس پر زور دیا کہ میں اتفاقات پر یقین نہیں رکھتا، آپ لوگوں کے یہاں ہجرت اتفاقی امر نہیں یہ ایک فیصلۂ الٰہی ہے تاکہ یہاں کے باشندوں کو اسلام سے واقفیت کا موقع ملے، اس لئے آپ کی ذمہ داری ہے کہ یہاں ایک باعمل مسلمان اور داعی کی حیثیت سے زندگی گزاریں، یہاں سے فارغ ہوکر مولانا نے اسلامک فاؤنڈیشن لسٹر کی دعوت پر وہاں ۳ ستمبر کو ایک جلسہ میں اہل علم اور دعوتی اور تحقیقی کام کرنے والوں کے ایک مجمع سے خطاب کیا، موضوع تھا ''دین حق ودعوت اسلام ایک فلک بوس اور سدا بہار درخت ہے''۔

دسواں سفر:

ستمبر ۱۹۹۲ء کے پہلے ہفتہ میں سنٹر کی سالانہ میٹنگ میں شرکت کی، راقم السطور کو مخدوم ومعظم حضرت مولانا علیہ الرحمۃ سے زمانہ طالب علمی سے نیاز حاصل ہونے اور مختلف موقعوں پر استفادہ کرنے کے باوجود ابھی تک حدیث کی اجازت لینے کی سعادت حاصل نہیں ہوئی تھی، اس بار آکسفورڈ میں قیام کے دوران اجازت کی درخواست کی، جسے حضرت نے قبول فرمایا، اور صحاح ستہ اور مسند احمد کے اوائل سننے کے بعد اجازت مرحمت فرمائی، اور اپنے اس احساس کو بار بار دہرایا کہ آج اللہ تعالیٰ نے برطانیہ میں حدیث شریف کے درس اور اجازت کی توفیق دی، حالانکہ یہ وہ جگہ ہے جہاں سے الحاد ولادینیت برآمد ہوتی رہی ہے۔

سنٹر کی مصروفیتوں اور ضروری مجالس میں شرکت کے بعد ۱۸ ستمبر کو اسلامک فاؤنڈیشن لسٹر تشریف لے گئے، وہاں ایک اہم مجمع کے سامنے ''امت مسلمہ کا فرض منصبی اور اس کے انقلابی اثرات'' کے موضوع پر تقریر کی (۱) لسٹر سے لندن جانا

---

(۱) یہ تقریر آئندہ فصل میں پیش کی جارہی ہے۔

www.abulhasanalinadwi.org

ہوا، اور رجنٹس پارک کی مسجد میں نوجوان عرب وفضلاء کے سامنے عربی میں ''غیر اسلامی تہذیب واقتدار کے مرکزوں میں مقیم مسلمانوں کی ذمہ داریاں'' کے موضوع پر تقریر کی۔(۱)

گیارہواں سفر:

۲۷/اگست ۱۹۹۳ء کو سنٹر کی سالانہ میٹنگ میں شرکت کے لئے آکسفورڈ پہنچے، اس بار یہاں رابطہ ادب اسلامی کی ایک روزہ کانفرنس بھی تھی، دونوں تقریبوں میں شرکت کی، راقم السطور نے اس بار کے قیام کی ساری مجالس پورے اہتمام سے قلم بند کیں، جو آئندہ پیش کی جارہی ہیں۔

سنٹر کی مجلس انتظامی کی میٹنگ سے فارغ ہونے کے بعد یکم ستمبر کی شام کو لندن تشریف لے گئے اور مسرور صاحب کے مکان پر قیام کیا، اگلے دن مسرور صاحب کی نوتعمیر شاندار مسجد میں جمعہ کی نماز ادا کی، نماز سے پہلے نمازیوں سے خطاب کیا۔

بارہواں سفر:

یہ سفر ۱۳/اگست ۱۹۹۶ء کو ہوا، آکسفورڈ سنٹر کی میٹنگ اگست کے شروع میں تھی جس میں شرکت نہ ہوسکی، اس سفر کا مقصد جامعۃ الہدیٰ نوٹنگھم کا افتتاح تھا، دو دن آکسفورڈ میں قیام کرنے کے بعد نوٹنگھم تشریف لے گئے، وہاں خواص کی موجودگی میں دینی وعربی نصاب پر اظہار خیال کیا، دارالعلوم ندوۃ العلماء کا نصاب سامنے رکھتے ہوئے اس حقیقت پر زور دیا کہ زبان ودین کو ایک دوسرے سے وابستہ اور معاون ہونا چاہئے، اور اس سے دین کی دعوت کا سلیقہ اور جذبہ پیدا

(۱) یہ تقریر بھی آئندہ فصل میں پیش کی جارہی ہے۔

www.abulhasanalinadwi.org

ہونا چاہئے، جمعہ کی نماز سے پہلے نمازیوں سے اردو میں خطاب کیا، شام کے وقت اسلامک فاؤنڈیشن لسٹر تشریف لے گئے اور وہاں ایک اہم مجمع سے خطاب کیا۔

شام کو نوٹنگھم واپس تشریف لائے، اگلے دن مولانا رضاء الحق صاحب اور ان کے معاونین نے جامعۃ الہدی کی مجوزہ عمارت کے ایک وسیع ہال میں جلسہ کا انتظام کیا، موضوع کی مناسبت سے مولانا پر یہ احساس غالب آیا کہ برطانیہ اور اس میں بھی خاص لندن کے مرکز نے مشرق وایشیا پر اور ان میں بھی خاص طور پر ممالک اسلامیہ بلکہ مراکز دینی پر ایک ایسا نظام تعلیم بلکہ تعلیمی تخیل نافذ ومسلط کیا جو ایمانیات، نبوت کی تعلیمات اور اصل مقصد علم وفکر سے نہ صرف مختلف ومتبائن تھا بلکہ اس کا حریف ومتضاد تھا، اس نے علم کا رشتہ واہب علم ومعلومات اور خالق کائنات سے نہ صرف منقطع کر دیا بلکہ اس کا حریف ومتبائن بنا دیا، اس حقیقت کو سامنے رکھتے ہوئے مولانا نے سورہ علق کی ابتدائی آیات " اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ، خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ○ اِقْرَأْ وَ رَبُّكَ الْاَكْرَمُ ○ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ○ " پڑھیں اور کہا:

> "اللہ نے علم کو اسم الٰہی سے مربوط اور اس کے ماتحت اور اس کی رہنمائی میں حاصل کرنے کی ترغیب دی ہے، اور وہی علم معتبر ونافع ہے جو اسم الٰہی سے وابستہ اور اس کے زیر فرماں اور اس سے رہنمائی حاصل کرنے والا ہو، جو علم اس اسم سے کٹ جائے گا یا مستغنی ہو جائے گا وہ بجائے ہدایت کے ضلالت کا اور بجائے عدل وانصاف اور اصلاح کے قائم کرنے کے ظلم وزیادتی اور تخریب کا باعث ہوگا، یہی المیہ مغرب میں پیش آیا کہ علم واسم میں نہ صرف جدائی بلکہ مغایرت ومنافرت پیدا ہوئی، اس کے

www.abulhasanalinadwi.org

نتیجہ میں دین ودولت اور تعلیمات الٰہی اور سیادت وحکومت میں نہ صرف مغایرت بلکہ نبرد آزمائی پیدا ہوگئی، ریاست اور حکومت نے اپنے ملک کے مذہبی مرکز ونمائندہ ''کلیسا'' سے آزادی اور چھٹی حاصل کرلی، اور وہ لادینیت کے راستہ پر پڑ گئی، اس کا جو انجام ہوا اس کو ترجمان حقیقت علامہ اقبال نے جو جدید تعلیم ومطالعہ کے ماہر ومبصر اور کیمبرج کے ممتاز فاضل تھے بڑی خوبی سے ان اشعار میں بیان کیا ہے، وہ کہتے ہیں:

کلیسا کی بنیاد رہبانیت تھی — سماتی کہاں اس فقیری میں میری
خصومت تھی سلطانی وراہبی میں — کہ وہ سر بلندی ہے یہ سر بزیری
سیاست نے مذہب سے پیچھا چھڑایا — چلی کچھ نہ پیر کلیسا کی پیری
ہوئی دین ودولت میں جس دم جدائی — ہوس کی امیری ہوس کی وزیری
یہ اعجاز ہے ایک صحرا نشیں کا — بشیری ہے آئینہ دارِ نذیری
اسی میں حفاظت ہے انسانیت کی — کہ ہوں ایک جنیدی وارد شیری

اب اگر اس ملک میں کوئی اسلامی تعلیمی ادارہ بڑے پیمانہ پر قائم کیا جارہا ہے تو اس کو خود بھی اسی اساس (علم واسم کے ربط اور اسم الٰہی اور ہدایات ربانی کی نگرانی اور سرپرستی میں تحصیل علم ومعرفت کے سلسلہ کے آغاز وانجام) کو اپنا اولین ورہنما اصول بنانا اور خود مغرب اور اپنے ماحول کو اسی کی دعوت دینا ہے اور یہ اس بحر ظلمات میں روشنی کا ایک مینار اور نئے سفر کا آغاز ہوگا، اور اسی بنیاد وتخیل پر اس جامعۃ الہدی کو قائم اور سرگرم ہونا چاہئے، اور یہی اس کا نہ صرف وجہ جواز

www.abulhasanalinadwi.org

بلکہ ادائے فرض کا مرادف ہے۔

(کاروانِ زندگی جلد ۶ ص ۳۰۵-۳۰۷)

نوٹنگھم میں دو دن گزارنے کے بعد مولانا لندن تشریف لے گئے اور مسرور صاحب کے یہاں قیام کیا۔

حضرت مولانا علیہ الرحمۃ کا کوئی سفر دعوت وتبلیغ اور علم وتعلیم کے عنصر سے خالی نہیں رہا، جہاں بھی تشریف لے گئے حالات اور موقع کے لحاظ سے لوگوں سے خطاب کیا، گزشتہ صفحات میں اس کا اندازہ ہوگیا ہوگا کہ برطانیہ کے تمام اسفار میں مولانا کے اوقات کس قدر مشغول گزرتے تھے، ان علمی وتبلیغی دوروں میں مولانا نے درجنوں خطابات فرمائے، جن میں سے چند منتخب خطابات آئندہ صفحات میں اپنی اہمیت کی بنا پر پیش کئے جارہے ہیں۔

www.abulhasanalinadwi.org

www.abulhasanalinadwi.org

انسانیت کا پیغام

مشرق و مغرب کے نام

یہ تقریر ۱۱ر اکتوبر ۱۹۶۳ء کو لندن یونیورسٹی کے یونین ہال میں کی گئی تھی، جس میں طلبہ، اساتذہ، محققین اور مصنفین کی بڑی تعداد شریک تھی، یہاں پر ''مغرب سے کچھ صاف صاف باتیں'' سے نقل کی جارہی ہے۔

www.abulhasanalinadwi.org

مشرق ومغرب کی درمیانی خلیج

انگریزی کے ایک بڑے شاعر کپلنگ (KIPLING) نے کہا تھا کہ مشرق مشرق رہے گا، اور مغرب مغرب، دونوں کبھی مل نہیں سکتے"۔

یہ بات اگرچہ ایک ادیب کی زبان سے نکلی تھی، جو اس صدی کی ابتداء میں فوت ہوا ہے، مگر دراصل یہ ایک تصور ہے، کبھی ایسا ہوتا ہے کہ کوئی خاص نظریہ یا تصور کسی سوسائٹی میں کبھی قبول ہوجاتا ہے، اور افراد کے عقائد و جذبات کے بنانے اور ان کی پرورش میں اس کا بڑا ہاتھ ہوتا ہے، پھر اسی نظریہ یا تصور کو کوئی شاعر جو اپنی سوسائٹی کا ترجمان ہوتا ہے، اپنے بلیغ انداز میں موزوں کردیتا ہے، جو ایک ضرب المثل بن کر پھیل جاتا ہے، پھر ہر دور میں اس کے بعد آنے والی نسلیں ہر جگہ اس کو دہراتی ہیں، اور ایک اصول وکلیہ کی طرح اس پر ایمان رکھنے لگتی ہیں۔

مگر اس تصور نے انسانی مفاد کو جتنا نقصان پہنچایا ہے، اور جس درجہ اس نے انسانی وحدت کے اصول کو پارہ پارہ کیا ہے، اور ان کے انداز فکر پر جو ستم ڈھایا ہے، میں نہیں سمجھتا کہ اس کے علاوہ کسی دوسرے نظریہ نے اس قدر نقصان پہنچایا ہوگا کیونکہ یہ تصور بنی نوع انسان کے خاندان کو مشرق ومغرب کی دو ٹولیوں میں تقسیم کردیتا ہے، کہنے کو تو یہ ایک سادہ سی بات یا تاریخی حقیقت ہے مگر لوگ اس کے بعد سے ہمیشہ مشرق ومغرب کو اس نظریہ سے دیکھنے لگے کہ یہ دو حریف کیمپ ہیں، یہ اولاً تو کبھی مل نہیں سکتے، اور اگر ملے تو میدان جنگ ہی میں مل سکتے ہیں، اور اگر کبھی اکٹھا ہوئے بھی تو ایک دوسرے کی ہجو کریں گے، اور ڈھونڈ ڈھونڈ کر، اس کی برائیاں نکال کر اپنے دل کی بھڑاس نکالنے کی کوشش کریں گے۔

صدیوں سے مشرق ومغرب کا یہی انداز ہے، دونوں میں سے کسی نے

www.abulhasanalinadwi.org

بھی ایک دوسرے کو سمجھنے کی کوشش نہیں کی اور اگر سمجھا بھی تو ان سطحی اور ناقص معلومات کی روشنی میں جو صرف ان کے کمزور پہلو ہی پر مبنی تھے، ان کے اندر جو خوبیاں ہیں، طاقت اور روشنی کے جو چشمے ہیں، ان سے اکثر غفلت برتی گئی، ایک نے دوسرے کو جب دیکھا تو شک، خوف اور بدگمانی کی نگاہ سے دیکھا یا پھر نفرت و ناپسندیدگی کی نگاہ سے۔

اس خلیج کا اصل سبب

سب سے پہلے مشرق و مغرب کا سامنا صلیبی جنگوں کے موقع پر ہوا تھا، ان جنگوں کے موقع پر جو عقیدہ مشرق پر حملہ آوروں کو ابھار رہا تھا، اور وہ روح جو ان کے اندر کارفرما تھی، اور ان کے اندر جو جوش و ولولہ پیدا کر رہی تھی، اس کی بنیاد ان قصوں پر تھی، جو انہوں نے مسلمانوں کے بارے میں سن رکھے تھے، اور جن کو وہ صحیح سمجھ رہے تھے، اور اس بنیاد پر تھی کہ ان سے یہی کہا گیا تھا کہ ''یہ جنگ اس لئے ہے کہ مقدس سرزمین کو وحشی بت پرستوں کے چنگل سے نجات دلائی جائے'' اس کے علاوہ جنگ کی سیاہ اور بھیانک فضا کبھی بھی کسی برسر پیکار لشکر کو اس کا موقع نہیں دے سکتی کہ وہ دوسرے فریق کی خوبیوں کو دیکھ کر اس کے جوہر کو پرکھ کر، اس کے عقائد کا مطالعہ کر کے اس کی قدردانی کرے اور شریفانہ و مساویانہ اصول پر باہمی مفاد کے لئے کام کرنے کی راہ ہموار کرے، لیکن اس کے باوجود تاریخ تمدن کی مانی ہوئی حقیقت ہے کہ صلیبی جنگیں فائدے سے خالی نہ رہیں، اور مشرق و مغرب کے درمیان خلیج اگر پاٹی نہ جا سکی تو تنگ ضرور ہو گئی۔

مشرق و مغرب کا باہمی تعارف بہت قریب سے اس وقت ہوا جب کہ انیسویں صدی میں مغرب نے سیاسی یا اقتصادی مفاد کی خاطر اپنا آہنی اور مضبوط

www.abulhasanalinadwi.org

ہاتھ مشرق کی طرف بڑھایا اور اپنا ہاتھ یکے بعد دیگرے مشرق کے ممالک پر مسلط کیا اور اس کے ساتھ اپنے تمدن، صنعت، سائنس اور کلچر کے ساتھ یلغار کی، اور اپنے طرز حکمرانی کے اچھے اور برے دونوں پہلوؤں میں اس مشرق کو دبوچ لیا جو تمدن اور جنگی صنعت میں بہت پیچھے تھا، مشرق کو حملہ کی دہشت نے بہت دنوں تک تو اس کا موقع ہی نہ دیا کہ وہ مغرب کو ذرا گہرائی کے ساتھ دیکھ سکتا اور اس کے اصول اور جوہر و کمالات سے فائدہ اٹھا سکتا، اور مجھے معاف کیجئے اگر میں یہ بھی کہہ دوں کہ ایک اور بات جو مانع رہی وہ خود مغرب کا تمدن تھا جو اس وقت اپنے شباب و رعنائی کی آخری منزل پر تھا، اور اس کے اندر وہ تمام باتیں تھیں جو کسی ایسے تمدن میں پائی جاتی ہیں جس کے اندر دینی عنصر کمزور ہو چکا ہو، اور ایک بار پھر معذرت کے ساتھ کہنا چاہتا ہوں کہ اس کے علاوہ ایک اور بات جو مشرق کے لئے مانع ثابت ہوئی وہ یورپین حکام کا طرز عمل تھا، جس میں ان کے احساس برتری، غرور حکمرانی اور اپنے آپ کو پیدائشی طور پر اس قوم کے مقابلہ میں برتر سمجھ کر سلوک کرنے کا دخل تھا، جس کے ہاتھوں سے انہوں نے زمام حکومت چھینی تھی اور جو کل تک ملک کا حکمراں تھا، جس کا احساس زخمی اور جس کے جذبات نازک تھے، یہ سلوک احترام وانسانیت کے اس نظریہ سے کسی طرح میل نہیں کھاتا تھا، جس کا مغرب داعی تھا، اور نہ جمہوریت کے اصول کے مطابق تھا، جس کی یہ فاتح قوم اپنے ملک میں مدافعت کیا کرتی تھی۔

اس خلیج کے چند مضر نتائج

پھر اس کے نتیجہ میں کمزور مشرق کے اندر ہتھیار ڈال دینے (SURAENDAR) اور فاتح و طاقتور مغرب کے سامنے جھک جانے اور اس کے معیار وافکار کو

www.abulhasanalinadwi.org

ضرورت سے کہیں زیادہ اہمیت دینے اور اس کے مظاہر تمدن اور طرز معاشرت کی تعظیم کرنے اور اسی کی تقلید کرنے کا جذبہ پیدا ہو گیا، جس نے اس مشرق کو مغرب کا دریوزہ گر بنا دیا وہ زندگی کی ہر منزل میں اس کو قابل تقلید نمونہ سمجھنے لگا، اور زندگی میں پس خوردہ کھانے والے اور قافلے کے پیچھے پیچھے چلنے والوں کی صف میں آ گیا، اس بات نے مغرب کو ایسا موقع نہیں دیا کہ وہ مشرق کو مساوات واحترام کی نگاہ سے دیکھتا، چہ جائیکہ اس کو عظمت وقدر دانی کی نظر سے دیکھتا یا اس سے رہنمائی یا ہدایت کی توقع کرتا یا اس سے تخلیقی کارناموں کی امید کرتا، جب کہ خود مشرق ہی قریب قریب اپنا وجود مغرب کے اندر فنا کر چکا تھا۔

قومی عصبیت

اس کے بعد مشرقی قوموں پر قومیت کے نظریہ نے یلغار کی وہ نظریہ جس کو مغرب نے عارضی طور پر ایک آسان حل کے طور پر قبول کیا تھا، جو اس کے اندر دینی جوش پیدا کرتا تھا پھر خود ہی مغرب نے اس نظریہ کی خرابیوں کو سمجھا اور اس کو خیر باد کہا، بہر حال اس نظریہ قومیت نے ان مشرقی قوموں کو جو آسمانی پیغام اور عالمی دعوت رکھتی تھیں، اس کا موقع نہیں دیا کہ وہ مغرب کی طرف پھر ایک بار مدد اور دوستی کا ہاتھ بڑھا سکتیں، اور پھر انسانیت کی مدد کے لئے اس طرح بڑھتیں جس طرح ہر مصیبت کیوقت پہلے بڑھا کرتی تھیں، اور انسانیت کو ایک نئی زندگی نیا خیال اور پر مسرت زندگی کی نئی بنیادیں فراہم کر سکتیں، بلکہ یہ قومیں خود ہی اپنی ذات، اپنے مسائل اور قومی مفاد کے معاملات میں الجھ کر رہ گئیں، اور اپنے آپ کو نسلی یا لسانی یا جغرافیہ کی تنگنائی میں محدود کر لیا اور اس طرح وہ قوت وزندگی سے بھرپور، صاف وشفاف، قدیم وارواں سرچشمہ ہاتھ سے نکل گیا، جو دنیا بھر کے لئے

www.abulhasanalinadwi.org

روشنی کا منارہ تھا، اور تاریخ کے ہر دور میں دینی ہدایت کا ذریعہ تھا۔

مستشرقین کی تحریک

مغرب میں اس کے بعد مستشرقین اور تحریک استشراق کا دور آیا، اور امید ہو چلی تھی کہ یہ حضرات مشرق و مغرب کے درمیان مصنفانہ نہج کے ایک پل ثابت ہوں گے، اور اس وسیع و عریض خلیج کو پاٹ دیں گے، جو انسانیت کے دو خاندانوں کے درمیان قائم ہو گئی ہے، اور اس بے رخی کو دور کر دیں گے جسے ناواقفیت اور دوری نے پیدا کر رکھی ہے اور وہ مشرق کی بہترین ثروت یعنی تعلیمات رسالت، بنیادی اخلاق، انبیاء اور دینی شخصیات کی سیرتیں نیز مشرق کی شاندار میراث اور اس کے بہترین تخلیقی سرمائے اور حیرت ناک دستوری کارنامے منتقل کر سکیں گے اور بلاشبہ انہوں نے اس سلسلے میں بہت کچھ کیا، صدیوں کی ذخیرہ شدہ قلمی کتابیں جن کو سورج کی روشنی نہیں لگی تھی، ان مستشرقین نے انہیں زندہ کیا، ان کی تصحیح پر محنت صرف کی ان کو اصل ماخذ سے ملایا اور پھر شائع کیا، اسی طرح ایسی کتابیں مرتب کیں جن کی قدر و اہمیت کا انکار ممکن نہیں اور کوئی شخص بھی جس میں ذرہ برابر انصاف کا مادہ اور علمی ذوق ہے، ان کی علمی روح کا انکار نہیں کر سکتا، انہوں نے اس راہ میں جو مشقتیں برداشت کیں اور اپنی کوشش میں وہ جس طرح سرگرداں رہے، پھر ان کا عالمانہ طرز، باریک بینی اور گہرائی کوئی بات بھی ان میں سے قابل فراموش نہیں مگر اس کے ساتھ یہ بھی واقعہ ہے کہ بہت سے مسلمانوں کا احساس ہے کہ ان میں سے اکثر مستشرقین پر علمی جذبہ خدمت سے زیادہ مذہبی رجحان غالب رہا، اس لئے علم دوست اور حقیقت پسند طبقہ اس بات کا منتظر تھا کہ یہ حضرات مذہبی جذبات اور گزشتہ صدیوں کے تلخ اثرات سے کچھ زیادہ محفوظ نظر آتے، ان میں حقیقت پسندی، سچائی کی جستجو

www.abulhasanalinadwi.org

اور اس کے اعتراف کا زیادہ حوصلہ ہوتا، بہر حال یہ استشراق بھی باوجود اپنی قابل قدر خوبیوں اور گوناگوں کارناموں کے اس خلاء کو پر نہ کر سکا اور اس مغرب کو جہاں محققین کی کمی نہیں وہ چیز نہ دے سکا جو مشرقی ممالک سے اٹھنے والے عموماً تمام مذاہب اور خصوصاً اسلام کی سچی اور تابناک تصویر تھی جس کے بارے میں مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ یہ ایک آخری، آسمانی اور ہمیشہ باقی رہنے والا دین ہے، جس کے اندر تمام نبوتوں کی تعلیمات اور آسمانی ہدایتیں اپنی آخری اور جدید شکل میں موجود ہیں، اور اس زمانے کے عین مطابق ہیں، جو تمدن کو پیچھے لے جانے کی دعوت نہیں دیتا جیسا کہ بعض دوسرے مذاہب میں معلوم ہوتا ہے بلکہ اس تمدن کو اسلام آگے بڑھانے کا داعی ہے، اور اس کا خواہشمند ہے کہ اس کی انتہا پسندی اور جمود یا مبالغہ آمیزی سے پاک کر کے ایک نئے انداز میں ڈھال دیا جائے جو اپنی قوت و زندگی میں نئی سوسائٹی کی ضروریات کا پورا پورا کفیل ہو۔

بہر حال جو بھی اسباب رہے ہوں لیکن یہ واقعہ ہے کہ مغرب و مشرق اپنے پیغام اور اپنی ذات کی انفرادیت کے ساتھ الگ تھلگ رہے، ان دونوں کا سامنا اگر ہوا تو شکوک و شبہات اور بغض و کینہ کے طوفان کے اندر ہی ہوا، یہ دونوں انسانیت کے مفاد مشترک اور مثالی تمدن کی تعمیر کی خاطر کبھی یکجا نہیں ہو سکے، یہ دونوں انسانی علوم اور قدرت کی بخشی ہوئی اندرونی صلاحیتوں اور فطری جوہر اور علم و فلسفہ کے میدان میں پشتوں کی کاوش کے باہم تبادلہ پر شاذ و نادر کبھی راضی ہوئے بھی تو محدود دائرے میں راضی ہوئے۔

مشرق کا امتیاز

مشرق اپنے قدرتی ماحول میں کام کرتا رہا اس کا خمیر مذہب کے ساتھ

www.abulhasanalinadwi.org

اُٹھایا گیا اور اسے قابل عظمت نبوت یکے بعد دیگرے بیدار کرتی رہی، دینی دعوتوں، طاقتور روحانی شخصیتوں نے اس کو غذا دی اس کا موضوع اور میدان عمل انسان تھا، وہ انسان کے گرد وپیش ''انسان سازی'' میں لگا رہا، اس کے لئے اس نے اپنی فطری صلاحیتیں صرف کیں، اپنی ذہانتوں اور قوت ارادہ کو نذر کر دیا، اس نے کوشش کی کہ انسان اس گہرائی کا پتہ لگائے جس کی کوئی تھاہ نہیں ہے، اس کے اسرار کا سراغ لگائے، جس کی کوئی آخری حد نہیں، اس کی اندرونی صلاحیتوں کے سوتوں کو ابھارے، اور اس کی اس قوت کو بیدار کرے جس کا مقابلہ کسی دوسری قوت سے نہیں کیا جا سکتا، اس کے جذبات ورجحانات کو ایک رخ پر لگائے، اور اس کے اخلاق واطوار کو سنوارے جن کے بغیر وہ اپنے صحیح مرکز پر نہیں آ سکتا۔

نبوت کی چارہ سازی

انبیاء کرام علیہم السلام اور ان سب کے بعد نبی امی عربی صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے جنہوں نے اس انسان کی تربیت کو اپنا اول وآخر موضوع بنایا۔

انسان کے اندر کی پوشیدہ طاقت کے سرچشمہ کو ابھارا، اس کی چھپی اور پوشیدہ صلاحیت کو بیدار کیا، اور اس کے دل کی وہ آنکھ کھول دی جس کے ذریعہ وہ اپنے خالق اور اس عظیم کائنات کے مالک کو دیکھ سکے، اور اس کے ذریعہ روشنی وحرارت، زندگی، محبت، اعتماد، عزم، قلبی سکون اور اطمینان حاصل کر سکے، اور جس کے ذریعہ اس کائنات میں وہ زندگی، قوت اور تنظیم کے اصل سرچشمہ سے واقف ہو سکے اور وہ مرکز پا سکے جس سے اس دنیا کی منتشر اکائیوں کو ایک وحدت میں پرویا جا سکتا ہے، اس کے لئے کائنات ایک ایسی اکائی (UNIT) بن جائے جس میں نہ کوئی انتشار ہے، نہ تضاد، نہ انارکی اور نہ یہ دنیا اس چھوٹی چھوٹی خود مختار اور

www.abulhasanalinadwi.org

بے لگام ٹکڑوں میں بٹی ہوئی ہے جس کے آپس میں جنگ وجدال کا سلسلہ قائم رہتا ہے بلکہ یہ پوری کائنات ایک مملکت بن جاتی ہے جس کو ایک طاقت ور اور رحم دل ارادہ چلا رہا ہے، جس کے یہاں مشرق ومغرب کی کوئی تفریق نہیں۔

رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ لَآ إِلٰهَ إِلَّا هُوَ فَاتَّخِذْهُ وَكِيلًا

(المزمل:۹)

''وہ مشرق ومغرب کا مالک ہے کوئی معبود اس کے سوا نہیں ہے، اس کو کارساز ٹھہراؤ۔''

انسانیت کا نیا تصور

اس طرح انسان بت پرستی، دیو پرستی، اوہام وخرافات، من گھڑت کہانیوں، فرسودہ افسانوں اور رسم پرستی کے تمام بندھنوں سے آزاد ہو جاتا ہے، اس طرح وہ خالق اور مدبر کائنات کے علاوہ کسی کے آگے بھی سرنگوں ہونے کی ذلت سے نجات پا جاتا ہے، خواہ وہ پتھر ہو یا درخت، دریا ہو یا نہر، آفتاب ہو یا ماہتاب فرشتہ ہو یا انسان، مرد ہو یا عورت۔

دل کی آنکھ جس کو انبیاء علیہم السلام کھول دیتے ہیں، اس سے انسان جب اپنی طرف اور اپنی نوع کی طرف دیکھتا ہے تو وہ اپنے آپ کو اس عالم میں اللہ کا خلیفہ پاتا ہے جس کے اندر خالق کائنات نے اپنی روح پھونکی ہے، اور اس کو اپنا امین اور راز داں بنایا ہے، اس کو بہترین متناسب اعضاء کے ساتھ پیدا کیا ہے، اور اس کی عزت افزائی کی، دنیا کی تولیت اور انتظام کا ذمہ دار ٹھہرایا، امامت ورہبری کا تاج پہنایا، دنیا کی ہر شے اس کی خاطر پیدا کی اور اس کو اپنے لئے پیدا کیا، اس کے آگے فرشتوں سے سجدہ کرایا، اور اس طرح اس کے لئے حرام کر دیا

www.abulhasanalinadwi.org

کہ وہ کسی مخلوق کے آگے سرنگوں ہو:

لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِی اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ○(التین:۴)

''ہم نے انسان کو بہترین ومتناسب اعضاء کے ساتھ پیدا کیا۔''

وَلَقَدْ کَرَّمْنَا بَنِیْ آدم وَحَمَلْنَاهُمْ فِی الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنَاهُمْ مِنَ الطَّیِّبَاتِ وَفَضَّلْنَاهُمْ عَلٰی کَثِیْرٍ مِمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِیْلًا○ (بنی اسرائیل:۷۰)

''ہم نے بنی آدم کو اعزاز بخشا اور ان کو بر و بحر میں سواری پر بٹھایا، ان کو پاکیزہ رزق دیا، اور اپنی بہت سی مخلوقات پر فضیلت بخشی۔''

پھر اس انسان نے اس نبوت کی بخشی ہوئی چشم دل سے جب اپنے ہم جنس انسانوں اور اس انسانی خاندان کو جو روئے زمین پر مشرق ومغرب میں پھیلا ہوا ہے دیکھا تو اس کو ایک خاندان نظر آیا جو ایک ہی ساوجود رکھتا ہے، ایک ماں اور ایک باپ کی سب اولاد ہیں، اس لو تعلیمات نبوی کی روشنی میں خدا کا کنبہ (عیال اللہ) باور کیا، اور یقین کیا کہ اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ وہ ہوگا، جو اس خدائی کنبہ کے لئے سب سے زیادہ مفید وکارآمد ثابت ہوگا اور محسوس کرے گا کہ جس طرح وہ جان اور احساس رکھتا ہے، اسی طرح خاندان بشریت کا ہر فرد زندگی اور حس رکھتا ہے، اور ہر فرد کو اسی طرح درد والم محسوس ہوتا ہے جس طرح وہ محسوس کرتا ہے، لہذا اس ایک خاندان کے افراد کے درمیان رنگ ونسل، قومیت ووطنیت، دولت وافلاس کی بنا پر تفریق وتمیز دور جاہلیت کی یادگار ہے، اس انسان نے نبی کریم کو ایک طرف رات کی تاریکی اور تنہائی میں خدا کے سامنے ان الفاظ میں گواہی دیتے ہوئے سنا:

أنا شهيد أن العباد كلهم اخوة

www.abulhasanalinadwi.org

"میں گواہ ہوں تیرے سب بندے بھائی بھائی ہیں۔"

دوسری طرف دن کی روشنی میں ایک بڑے مجمع کے سامنے یہ اعلان کرتے ہوئے سنا:

یاأیها الناس کلکم من آدم، و آدم من تراب، لا فضل لعربی علی عجمی، و لالعجمی علی عربي و لا أبیض علی أسود و لاأسود علی أبیض إلا بالتقویٰ۔

اے لوگو! تم سب لوگ اولاد آدم ہو، اور آدم خاک سے پیدا کئے گئے تھے، نہ عرب کو غیر عرب پر، اور نہ غیر عربوں کو عرب پر کوئی فضیلت یا ترجیح حاصل ہے، نہ گورے کو کالے پر نہ کالے کو گورے پر بڑائی صرف پرہیزگاری سے ملتی ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

یٰٓاَیُّهَاالنَّاسُ اِنَّاخَلَقْنَاکُمْ مِنْ ذَکَرٍ وَّاُنْثٰی وَجَعَلْنَاکُمْ شُعُوْباً وَّقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوْا اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَاللّٰهِ اَتْقَاکُمْ (الحجرات:۱۳)

اے لوگو ہم نے تم سب کو ایک مرد اور عورت سے پیدا کیا ہے اور تم کو قبیلوں اور قوموں میں اس لئے بانٹ دیا ہے کہ آپس میں ایک دوسرے کو پہچانا جاسکے، تم میں سب سے زیادہ شریف وہ ہے جو تم میں سب سے زیادہ پرہیزگار ہے۔

انبیاء کی دعوت اور طریقہ کار

انبیاء کرام صلوٰۃ اللہ علیہم نے اپنے اپنے دور میں اور اپنے اپنے حلقہ

www.abulhasanalinadwi.org

دعوت میں اور نبی عربی امی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سب کے بعد اس انسان کی تربیت پر ساری توجہ مرکوز فرمائی اور یہی کوشش کی کہ انسان کی فطری استعداد و قابلیت کو ابھار دیں جس کا کوئی فلسفہ یا علم النفس (سائیکلوجی) ابھی تک سراغ نہیں لگا سکا، اور نہ اس کی تہہ تک پہنچ سکا ہے، پھر ان صلاحیتوں کو منظم کر کے اس کی ذاتی اور پوری انسانیت کی اصلاح و درستی کی طرف موڑ دے، انسان کے اندر خدا کو راضی کرنے کی عجیب وغریب محیر العقول تڑپ پیدا کر دی، اس کی طاعت میں مر مٹنے کا جذبہ پیدا کر دیا، اس کی مخلوق کی خدمت کو اس کا نصب العین بنا دیا، انسانوں کے قلوب کو خوش کرنا اور ان کو مصائب سے دور رکھنا، اس کا مقصد زندگی بن گیا، اپنی ذات پر دوسرے کو ترجیح دینے اور اپنی ذات کا بڑی گہرائی اور باریک بینی کے ساتھ محاسبہ کرنے کا شوق پیدا کیا، اخلاص و اخلاق کی وہ تبدیلیاں اس کے اندر پیدا کر دیں جہاں بڑے بڑے ذہین انسانوں کی ذہانتیں نہیں پہنچ سکتیں، اور جس کی تہہ کو اہل علم کا علم نہیں پا سکتا، جس کی باریکیاں ادبی مضامین اور شاعرانہ تخیلات سے زیادہ نازک ہیں جنہیں کسی چھوٹی سی چھوٹی خوردبین سے نہیں دیکھا جا سکتا ہے اور نہ کسی کیمرے سے ان کی تصویر گرفت میں آسکتی ہے، غرض پیغمبرانہ تعلیم نے انسان کے اندر احساس کی نزاکت، روح کی صفائی، اخلاق کی بلندی، عزت نفس، خود پسندی سے نجات، قدرت رکھتے ہوئے دنیا کی لبھانے والی چیزوں سے بے رغبتی، حوصلہ وفکر کی بلندی، خدا سے ملنے کی تڑپ پیدا کی، ان کے یقین میں قوت عطا کی، ذات وصفات کا وہ گہرا علم بخشا جس کا تصور صرف وہی انسان کر سکتا ہے جس نے ان افراد کی سیرتوں کا صحیح طور پر اور گہرائی کے ساتھ جائزہ لیا ہو، خلاصہ یہ کہ نبوت کا سب سے بڑا کارنامہ انسان ہے، اور یہی انسان انبیاء کرام کا محور عمل ہے، ان کی کھیتی ہے، جس میں انھوں نے

www.abulhasanalinadwi.org

تخم ریزی کی جوان کی کاوش جگر سے لہلہا اٹھی اور برگ وبار لکائی۔

محض وسائل کافی نہیں

حضرات! مشرق میں انبیاء نے اپنا میدان عمل یہ نہیں بنایا کہ وہ صرف اس کائنات کی پوشیدہ قوتوں کا انکشاف ہی کریں، اس کو قابو میں لائیں، اس سے کام لیں، وہ آلات کے موجد تو نہ تھے، لیکن اچھے ارادہ اچھی نیت اور اچھے مقاصد کے موجد ضرور تھے، جہاں تک قدرتی دولت وصنعت کا تعلق ہے، آپ کو معلوم ہے کہ یہ چیزیں ہمیشہ سے ارادہ انسانی کی تابع اور اس کی رہین منت رہا کی ہیں، لہٰذا جب بھی انسان کا ارادہ اچھا ارادہ اور اس کا مقصد پاکیزہ مقصد ہو تو وہ اپنی محدود طاقت و دولت معمولی آلات اور کمزور ومحدود وسائل سے بڑے بڑے کارنامے انجام دے سکتا ہے، جو اس دور کا ترقی یافتہ تمدن انجام نہیں دے سکتا ہے، اور اس کے ذریعہ وہ انسان اور بنی نوع انسان کی وہ خدمت کر سکتا ہے، جو وہ لوگ انجام نہیں دے سکتے، جن کے پاس وسائل وآلات کا بڑا ذخیرہ ہے، کیونکہ جب بھی کسی چیز کے انجام دینے کا عزم راسخ پیدا ہوگا تو نظر سے اوجھل طاقت سامنے آجائے گی، وسائل بھی پیدا ہونے لگیں گے، مشکلات پر قابو بھی حاصل ہوگا، اور وہ عزم قوی اپنا راستہ پہاڑوں اور سمندروں کا جگر پار کر نکال لے گا، اور اگر حسن نیت اور عزم راسخ ہی حاصل نہیں ہے، تو وسائل بیکار، آلات بے سود ہیں، اور موجدوں کی ایجادیں ضائع ہیں، بھوک اور پیاس کی شدت، ماں کی مامتا، محبت کی بے تابی اور شوق کی فراوانی کبھی اور کسی زمانہ میں بھی زیادہ علم یا آلات کی محتاج نہیں رہی ہے، ہر زمانہ اور ہر دور میں وہ اپنی ضرورت پوری کرتی رہی ہے، اس کو معلوم ہے کہ کس طرح اپنا مقصد حاصل کرے، انبیاء کرام نے اپنے اعلیٰ

www.abulhasanalinadwi.org

کردار اور حسن تربیت سے انسان کے اندر ایک ایسا ارادہ پیدا کر دیا جس کی وجہ سے وہ مکارم اخلاق کو اپنانے اور ان کو اپنی زندگی کا مقصد بنانے کی اسی طرح تڑپ محسوس کرنے لگا، جس طرح کوئی بھوک اور پیاس کا مارا، محبت کرنے والی ماں، یا عاشق بے تاب محسوس کرتا ہے، نتیجہ یہ ہوا کہ اس کی راہ خود آسان ہوگئی، اور وسائل خود بخود حاصل ہونے لگے، جو اس زمانہ کے اعتبار سے کافی تھے، اور اس طرح وہ تمدن وجود میں آیا، جس میں انسان نے امن وراحت اور سربلندی و سرفرازی کا زیادہ سے زیادہ حصہ پایا، وہ تمدن بلاشبہ محدود اور سادہ تھا اس میں کوئی پیچیدگی نہ تھی، نہ کوئی فلسفیت تھی، مگر اس کے اندر مستقبل میں ٹھوس اور صحیح بنیادوں پر ترقی پذیر ہونے اور وسعت پانے کی پوری گنجائش تھی۔

یورپ کی نشأۃ ثانیہ

اس کے بعد مغرب کی سرگرمیٔ عمل، ایجادات اور نشأۃ ثانیہ کا دور آیا، مگر اس وقت مذہبی پیشواؤں کی بہت عرصے تک غلط نمائندگی اور ناجائز مذہبی اجارہ داری کے سبب اس کا رشتہ اخلاق و مذہب سے کمزور پڑ چکا تھا، اس گہرے تعلق کے کمزور پڑ جانے کی وجہ سے نیز اقتصادی دباؤں، سیاسی حالات اور یورپ کے محدود رقبے میں تنازع للبقاء کی کشمکش کی شدت کی وجہ سے مغرب کی توجہ انسان کے بجائے انسانی ماحول اور انسان کی گرد و پیش کی دنیا پر مرکوز ہوگئی، اس نے ذات انسانی کو چھوڑ کر، عالم انفس کو چھوڑ کر، آفاق اور قلب کو چھوڑ کر نظام قدرت کو اپنا محور عمل بنایا، اس نے معدنیات، علم الکیمیا، کیمسٹری، طبیعات (فزکس) ٹکنالوجی، ریاضی اور دیگر علوم وفنون کے میدان میں اپنی صلاحیتیں صرف کیں اور ناقابل انکار کامیابیاں حاصل کیں، اور یہ بھی نظام الٰہی ہے کہ انسان جس

www.abulhasanalinadwi.org

شے کی جستجو کرتا ہے، اور اس کے لئے سرگرداں ہوتا ہے، وہ اس کو مل جاتی ہے، اور اس پر قابو حاصل ہو جاتا ہے، قرآن کریم میں ارشاد ہے:

لَيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى ۝ وَاَنَّ سَعْيَهُ سَوْفَ يُرٰى ۝ ثُمَّ يُجْزَاهُ الْجَزَاءَ الْاَوْفٰى ۝

(النجم: ۴۱-۳۹)

''آدمی کو وہی ملتا ہے جو اس نے کمایا اور یہ کہ اس کی کمائی اس کو دکھائی ضرور ہے پھر ان کو بدلہ دینا ہے اس کا پورا بدلہ۔''

اور ایک جگہ ارشاد فرماتا ہے:

كُلًّا نُّمِدُّ هٰٓؤُلَآءِ وَهٰٓؤُلَآءِ مِنْ عَطَآءِ رَبِّكَ وَمَا كَانَ عَطَآءُ رَبِّكَ مَحْظُوْرًا ۝ (بنی اسرائیل۔۲۰)

''ہر ایک کو ہم پہنچائے جاتے ہیں، ان کو اور ان کو تیرے رب کی بخشش میں سے اور تیرے رب کی بخشش کسی نے نہیں روک لی''

یورپ کی مادی فتوحات

لہٰذا مغرب نے کائنات، صنعت وحرفت، ریاضی وانجینئرنگ کے علوم میں کامیابی کی اعلیٰ منزلیں طے کیں، ایجادوں پر ایجادیں کرتا رہا، فتوحات پر فتوحات اسے حاصل ہوتی رہیں، یہاں تک کہ آج اس منزل پر پہونچ چکا ہے، جس کا گذشتہ صدیوں میں تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا، اور جس کی تفصیل کی یہاں حاجت نہیں، اور نہ مثالوں کی ضرورت ہے، کیونکہ بلا شبہ یہ ملک علوم جدیدہ کا ایک ممتاز ترین علمبردار ہے، مغربی تمدن کا یہ ایک ممتاز مرکز و دارالحکومت ہے، خود یہ عظیم مرکز علمی (لندن یونیورسٹی) جس میں مجھے اس تقریر کا شرف حاصل ہو رہا

www.abulhasanalinadwi.org

ہے، اس تمدن کی ترقی وتعمیر میں اپنی دوسری ہم مشرب درسگاہوں کے ساتھ علوم وفنون کی سرپرستی کرنے میں نمایاں حصہ لیتا رہا ہے، ان اداروں نے وہ اسباب فراہم کئے ہیں، جن کے مظاہر سائنس اور صنعت کے میدان میں نظر آتے ہیں، لہٰذا اس موضوع پر زیادہ تفصیل بے سود اور اضاعت وقت کے مرادف ہوگی۔

بلاشبہ یہ اسباب ووسائل فراہم ہوگئے، اور یہ اللہ کی نعمت ہے جس کی ناقدری نہیں کی جاسکتی، ان اسباب ووسائل کا ایک انبار آج نگاہوں کے سامنے ہے، ان کا مقصد وجود یہ ہے کہ کسی کام کا یہ وسیلہ اور آلہ ثابت ہوں، بے پایاں قوت، حیرت ناک سرعت کے ساتھ مقصد براری کے وسائل جو آج حاصل ہیں، ان سے بہت کم درجہ کی چیزیں بھی پوری انسانیت کی خوشحالی کا باعث ہوسکتی تھیں، ان سے بہت کم اسباب ووسائل کے ذریعہ انسان کو پرمسرت زندگی بخشی جاسکتی تھی، عالمی امن اور سکون خاطر بھی حاصل ہوسکتا تھا، یہ ممکن تھا کہ ان کے ذریعہ محبت والفت کی فضا دنیا میں قائم ہوجاتی، لوگ ایک دوسرے کو سمجھتے اور تعاون کرتے، انسانیت کے مشرق ومغرب میں پھیلے ہوئے خاندان کی شاخیں آپس میں مصنوعی دیواریں منہدم کرسکتیں، آج دنیا کے ایک کونے میں بیٹھا ہوا انسان دنیا کے دوسرے کنارے کے بسنے والے انسان کی مدد کرسکتا ہے، اس کے دل کی دھڑکنیں سن سکتا ہے، اس کا چہرہ دیکھ سکتا ہے، ظالم کو ظلم سے روک سکتا اور مظلوم کی مدد کرسکتا ہے، پریشان حال کی فریاد پر پہنچ سکتا اور ننگے بھوکے اور بیمار کی مدد کرسکتا ہے، کیونکہ جہالت اور انسانی کمزوری کی بنا پر جو معذوریاں تھیں وہ ختم ہوگئیں، جس کا شکوہ گزشتہ نسلیں کرسکتی تھیں، اب وہ آلات ووسائل موجود ہیں، جن سے انسان پلک جھپکتے اپنی ہر خواہش پوری کرلیتا ہے، اب تو بھلائی کا کام کرنے والے کے لئے کوئی عذر باقی نہیں رہا، انسانیت کے بہی خواہ، امن کے رہنما کس

www.abulhasanalinadwi.org

چیز کی کمی کا گلہ کر سکتے ہیں؟ کوئی فرد ہو یا حکومت یا سوسائٹی۔

وسائل کی ناکامی

یہ آلات و وسائل تو اس کام کے لئے بالکل کافی تھے کہ مصائب و خطرات سے گھری اور زخموں سے چور انسانی دنیا کو جنت ارضی میں تبدیل کر دیتے جہاں نہ کوئی مصیبت ہو نہ مشقت، نہ مستقبل کا خوف نہ ماضی کا غم، نہ آپس کی جنگیں ہوں نہ دلوں کی کدورتیں نہ افلاس ہو نہ مرض، لیکن میں پوچھتا ہوں کہ کیا ان میں سے کوئی انسانی غرض پوری ہوئی، کیا دنیا سے خوف و اضطراب کا وجود مٹ گیا، کیا افلاس و پریشانی کے بادل چھٹ گئے؟ کیا اب انسانوں پر ظلم و زیادتی نہیں ہوتی، کیا امن و سلامتی دنیا کو حاصل ہوگئی کیا لوگوں میں اعتماد پیدا ہو گیا؟ اور آخر میں یہ کہ کیا جنگ کا بھیانک اور خوفناک سایہ ہمیشہ کے لئے دور ہو گیا اور اس کا دیو سرکش آخری موت مر گیا، مجھے اس کی ضرورت نہیں کہ ان سوالات کے لئے آپ کے جواب کا انتظار کروں کیونکہ یہ عظیم الشان شہر دو تباہ کن و جہاں سوز جنگوں کا تماشہ اپنی آنکھوں سے دیکھ چکا اور اس کی بربادیاں اور تباہ کاریوں کا نشانہ بن چکا ہے، اور آج ہم سب ایٹمی دور سے گزر رہے ہیں، اس ملک کے مفکروں اور مصنفوں نے خود ایسی کتابوں سے ایک عظیم الشان کتب خانہ تیار کر لیا ہے جس میں اس تمدن کی لائی ہوئی مصیبتوں کی بڑی باریک بینی سے تصویر کشی کی گئی ہے، اس سوسائٹی کی مصیبت و بربادی کا رونا رویا ہے، اخلاقی انارکی خاندانوں کی پراگندگی، بے چینی و اضطراب کا عام ہونا خوف و دہشت کا چھا جانا ان لکھنے والوں کا موضوع بن گیا ہے، یہ لوگ جو لکھ چکے ہیں اور لکھ رہے ہیں، یہ اپنی جگہ بالکل کافی اور بہت مدلل ہے۔

www.abulhasanalinadwi.org

غلطی کہاں ہورہی ہے

آخر یہ نتائج ان آلات ووسائل سے کیونکر برآمد ہوئے؟ حالانکہ آلات و وسائل تو گونگے، بہرے ہیں، ان کے اندر کوئی ارادہ نہیں ہوتا، یہ تو خدمت خلق اور نفع رسانی میں استعمال کئے جانے کے لئے ہروقت تیار ہیں، اس سوال کا جواب کسی راز کا انکشاف نہیں ہے، اور نہ کسی پہیلی کا بوجھنا ہے، نہ اس میں کسی غیر معمولی ذہانت اور قوت فکر یہ کی ضرورت ہے، سادہ سی بات ہے کہ جس قدر انسانی علوم وفنون نے ترقی کی، اس قدر خود انسان نے ترقی نہیں کی، آلات اور ادارے تو بہت ترقی کر گئے، لیکن انسانی رجحانات اور انسانی ارادوں میں کوئی بہتری اور سدھار پیدا نہیں ہوا بلکہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ علوم وفنون نے اخلاق وانسان کا حق مار کر ترقی کی منزلیں طے کرلیں، قلب وروح کا حق مار کر کارخانوں اور فیکٹریوں نے بلندی حاصل کرلی۔

آج انسانیت کا دماغ زندہ لیکن دل مردہ ہے

اس کا سبب یہ ہے اور افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ مغرب نے اپنی سرگرمی عمل ذہانت، قوت ارادی کا دائرہ انسان کے باہر کی دنیا کو بنایا اور اس عالم خارجی پر اپنی ساری جد وجہد قربان کردی اور انسان کو نظر انداز کر ڈالا، وہ انسان جو اس دنیا کا گل سرسبد ہے، مقصد وجود ہے، اور دست قدرت کا سب سے اعلیٰ شاہکار ہے، وہی اس ترقی سے محروم رہا، اگر نفسیات وطبعیات وعلم الحیاۃ (بیالوجی) نے کبھی اس پر توجہ بھی کی تو انتہائی محدود اور مادی انداز میں، اس انسان کی تہہ تک پہنچنے کی کوشش نہیں کی گئی، اور اس کی فطرت کو بے نقاب نہیں

www.abulhasanalinadwi.org

کیا جاسکا، اس کی خصوصیات ایمان وعقیدہ اور اخلاق کو سنوارنے کی کبھی فکر نہیں کی گئی۔

انسانیت کا قفل صرف ایمان کی کنجی سے کھلتا ہے

ان ماہرین فن کے ہاتھ وہ سرا نہیں آیا، جہاں سے انسان کا رخ موڑا اور صحیح جگہ سے جوڑا جاسکتا ہے، شر وفساد سے روکا اور بھلائیوں کی طرف مائل کیا جاسکتا ہے، وہ سرا قلب ہے کہ جب وہ ٹھیک ہو تو انسان ٹھیک ہو جائے اور اگر وہ بگڑا تو پورا انسان ہی بگڑ گیا، مگر افسوس کہ مغرب اگر چاہے بھی تو اس دل کی دنیا کا سراغ نہیں لگا سکتا، اس سے فائدہ اٹھانا اور انسانیت کو راہ راست پر لگانا تو اور بھی ناممکن ہے، کیونکہ ہر قفل اسی چابی سے کھلتا ہے جو اس کے لئے بنائی گئی ہے، اس دل کے خزانے کا بھی ایک قفل ہے، جس کی چابی ان دیو پیکر کارخانوں اور محیر العقول دانش کدوں میں تیار نہیں ہوسکتی، اس کو دنیا کے بڑے سے بڑے جینیس سائنسداں نہیں ڈھال سکتے، نہ اس کا مثنیٰ بنا سکتے ہیں، اور نہ قفل ہی کو توڑ سکتے ہیں، کیونکہ یہ انسانیت کا قفل ہے، بینکوں اور کارخانوں کا قفل نہیں ہے، یہ تو صرف ایمان ہی کی چابی سے کھل سکتا ہے، جو صرف نبوت کا تحفہ ہی تھا، مگر وہ آج کھویا ہوا ہے، نئے تمدن کی کہنہ دیواروں اور عبادت گاہوں کے ملبوں کے نیچے کہیں یہ چابی دبی پڑی ہے۔

بنیادی خرابی کیا ہے؟

انسانیت کی مصیبت مغرب کے مشرق سے جدا ہونے میں ہے، علم کو ایمان سے علیحدہ کر دینے میں ہے، کارخانوں کے صحیح مقاصد اور بہتر ارادوں کے

www.abulhasanalinadwi.org

تہی مایہ ہونے میں ہے، اس علیحدگی اور دوری نے ہمارے تمدن کو ہر طرح کے مصائب میں مبتلا کر دیا ہے، مشرق میں ایمان بڑھتا اور پروان چڑھتا رہا، مغرب میں سائنس بڑھتا اور پروان چڑھتا رہا، ایمان کو علم کی رفاقت کی ضرورت ہے، اور علم کو ایمان کی سرپرستی اور نگرانی کی حاجت، اور انسانیت ان دونوں کی رفاقت اور تعاون کی طالب اور منتظر ہے، کہ ایک نئی سوسائٹی کی تعمیر ہو، نئی نسل تخلیق پائے، امن عالم اور سلامتی کی توقع اس قران السعدین کے بعد ہی کی جاسکتی ہے۔

مشرق کی سوغات

مشرق کی دولت وہ پٹرول نہیں ہے، جسے لوگ زرسیاہ کہنے لگے ہیں، اور جو آپ اپنے بڑے بڑے شہروں میں منتقل کرتے ہیں، اور جو ہوائی جہازوں کو اڑاتا اور موٹروں کو چلاتا ہے، مشرق کا عطیہ اور ہدیہ اس کی سب سے بڑی دولت ایمان ہے جس کا ایک حصہ آپ نے عیسوی جنتری کی ابتداء میں حاصل کیا تھا، پھر آپ کے عیسوی کلنڈر کے حساب سے چھٹی صدی میں اس کا چشمہ ایسے جوش وطاقت کے ساتھ ابلا جس کی تاریخ میں کوئی نظیر نہیں، یہ چشمہ جزیرۃ العرب کے ایک دور دراز گوشے سے ابلا تھا، لیکن پھر ساری دنیا میں اس طرح پھیل گیا کہ بقول شاعر ؎

رہے اس سے محروم آبی نہ خاکی
ہری ہوگئی ساری کھیتی خدا کی

جو اب بھی آپ کے لئے سہل الحصول ہے، بشرطیکہ اخلاقی جرأت اور عزم صادق ہو، اور وہ اب بھی اس کی پوری صلاحیت رکھتا ہے کہ ان تمام مصائب کو دور کرے جس سے یہ تمدن دوچار ہے، اس سرچشمہ میں آج بھی یہ

www.abulhasanalinadwi.org

قدرت ہے کہ اپنی بے پایاں طاقت اور اتھاہ نشاط زندگی سے زندگی کی ایک نئی اور شاندار قسط عطا کر سکے، اور جس کے ذریعہ انسانی فلاح وترقی کا ایک نیا دور شروع ہوسکتا ہے، اور ایک نئی سوسائٹی وجود میں آسکتی ہے، اس کارعظیم کی ذمہ داری آپ پر سب سے زیادہ عائد ہوتی ہے کہ آپ ہی اس تمدن کے سب سے بڑے علمبردار اور ایک عرصے تک مشرق میں بھی اس کے پیغام وروح کے حامل رہ چکے ہیں، آپ کے اندر اب بھی وہ بڑی طاقت اور زندگی پوشیدہ ہے جس سے آپ ایک نیا دور شروع کر سکتے اور تاریخ کو نئی راہ پر لگا سکتے ہیں، قرآن مجید آج بھی آپ کو آواز دے رہا ہے:

قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّ كِتَابٌ مُّبِيْنٌ " (المائدۃ:۱۵)

(ترجمہ: ڈاکٹر عبداللہ عباس ندوی)

www.abulhasanalinadwi.org

عصری تعلیم حاصل کرنے والے مسلم نوجوانوں سے

یہ تقریر اکتوبر ۱۹۶۴ء کو لندن میں اسلامک سنٹر کے زیر اہتمام منعقد کئے گئے ایک جلسہ میں کی گئی تھی، جس میں ہندوستان، پاکستان، اور عرب ممالک کے نوجوانوں کی بڑی تعداد شریک تھی، یہاں پر ''مغرب سے کچھ صاف صاف باتیں'' سے نقل کی جارہی ہے۔

www.abulhasanalinadwi.org

مستقبل کی پیشین گوئی

میں نہ کوئی ولی ہوں نہ پیمبر، نہ مجھے بزرگی کا دعویٰ ہے نہ پیشین گوئی کرنے کا شوق، لیکن میں اس وقت ضرور ایک پیشین گوئی کرنا چاہتا ہوں، اور وہ یہ کہ آپ کے اس مجمع میں بہت سے ایسے نوجوان ہیں، جو اپنے اپنے ملکوں کی زمام قیادت ہاتھ میں لیں گے، اور وہاں کی بڑی اہم ذمہ داریاں سنبھالیں گے، آپ یہاں تعلیم حاصل کررہے ہیں، لیکن آپ کے ملکوں میں قیادت کی مسندیں اور رہنمائی کی کرسیاں آپ کی منتظر ہیں، میں آپ کی روشن پیشانیوں کی لکیروں اور خطوط میں آپ کے درخشاں مستقبل کو دیکھ رہا ہوں کسی زمانہ میں کسی ملک کی قیادت حاصل کرنے کے لئے اور کسی ملک وقوم کو اپنے اقتدار وانتظام میں لینے کے لئے زور بازو اور تلوار کے جوہر کی ضرورت تھی، سکندر اور چنگیز وہلاکو نے نوک شمشیر سے دنیا فتح کی اور قوموں کو مسخر کیا، اب اس کے لئے جنگی قوت کافی نہیں، اس وقت قیادت اور اقتدار کے لئے علم کی طاقت کی ضرورت ہے، اس وقت دنیا کے تمام ترقی یافتہ ممالک اور خود اسلامی ممالک جمہوریت کے جس راستہ پر چل رہے ہیں، اور جن حالات ومسائل کا ان کو سامنا ہے، ان کو دیکھ کر یہی انداز ہوتا ہے کہ ان ملکوں کی سربراہی اور ان کی قیادت وہی لوگ کریں گے جو جدید علوم سے واقف ہیں، مغربی زبانوں میں مہارت رکھتے ہیں، اور جن کو جدید جمہوری نظام میں اقتدار کے منصب تک پہنچنے کے لئے ضروری وسائل ومواقع حاصل ہیں، اس کی بناء پر امید کی جاسکتی ہے کہ آپ اپنی ان صلاحیتوں اور خصوصیتوں کی وجہ سے ذمہ داری کی ان جگہوں تک پہنچیں گے، اور آپ کو اپنے ملک وقوم کی خدمت کرنے کا موقع ملے گا، یہ آپ کے لئے ایک بڑا نازک امتحان ہے، ان

www.abulhasanalinadwi.org

ملکوں کی قسمت بڑی حد تک آپ سے وابستہ ہے، اور ان کے مستقبل کا انحصار آپ پر ہے۔

دنیائے اسلام کا مسئلہ

آپ جن ملکوں سے آئے ہیں، اور جہاں آپ کو اپنی تعلیم کی تکمیل کر کے واپس جانا ہے، یہ ملک عرصہ سے مسلمان ملک ہیں، اور وہ اب بھی اپنے اسلام پر قائم ہیں، اور آئندہ بھی ان کا اسلام پر قائم رہنے کا ارادہ ہے، یہ اسلام ان کو بڑی قربانیوں سے حاصل ہوا ہے، اس لئے ان کو انتہائی عزیز ہے، اور ان کی نظر میں نہایت قیمتی ہے، ان ملکوں میں مسلمانوں کی بڑی عظیم تعداد ہے، ان میں سے بہت سے ممالک اپنی آبادی اور مردم شماری کے لحاظ سے یورپ کے بڑے بڑے ملکوں سے بھی بڑے ہیں، اس عددی قوت و کثرت کے ماسوا یہ ملک خدا کی پیدا کی ہوئی دولتوں، ذخیروں اور بیش بہا خزانوں سے مالا مال ہیں، یہ وہ قدرتی دولتیں اور خزانے ہیں جن کے بغیر مغرب کی گاڑی بھی نہیں چلتی، انہوں نے موجودہ سائنس اور ٹکنالوجی کی نئی طاقت بخشی ہے، اس مواد خام کے لحاظ سے کوئی ملک اسلامی ممالک کا ہمسر نہیں۔

اسی طرح سے ان ملکوں کی مسلمان اقوام انسانی صلاحیتوں، زندگی کی توانائیوں اور اخلاقی طاقتوں سے بھرپور ہیں، ان میں اب بھی ایسی قوت عمل، جذبہ قربانی، ذوق ایثار، وفاداری اور جاں نثاری کا جذبہ ہے، جو دنیا کی کسی قوم میں پایا نہیں جاتا۔

جن لوگوں نے دنیا کی سیاحت کی ہے، اور دنیا کی مختلف قوموں اور عوام کا تجربہ رکھتے ہیں، ان کا کہنا ہے کہ ان اسلامی ممالک کے مسلمان عوام سے کہیں

www.abulhasanalinadwi.org